هفت روزہ
خدّام الدّین
لاہور

28/52

اب تک تو ترے نام پہ اِک ایک فدا ہے!

اے خاصۂ خاصانِ رسل وقتِ دعا ہے
امّت پہ تیری آکے عجب وقت پڑا ہے

جو دین بڑی شان سے نکلا تھا وطن سے
پردیس میں وہ آج غریب الغربا ہے

وہ دین ہوئی بزمِ جہاں جس سے چراغاں
اب اس کی مجالس میں نہ بتّی نہ دیا ہے

وہ دین کہ تھا شرک سے عالم کا نگہبان
اب اس کا نگہباں اگر ہے تو خدا ہے

فریاد ہے اے کشتیٔ امّت کے نگہبان
بیڑا یہ تباہی کے قریب آن لگا ہے

ہم نیک ہیں یا بد ہیں پھر آخر ہیں تمہارے
نسبت ہے بہت اچھی مگر حال بُرا ہے

دولت ہے نہ عزت نہ فضیلت نہ ہنر ہے
اک دین ہے باقی سو وہ بے برگ و نوا ہے

ڈر ہے کہیں یہ نام بھی مٹ جائے نہ آخر
مدّت سے اسے دورِ زماں میٹ رہا ہے

بگڑی ہے کچھ ایسی کہ بنائے نہیں بنتی!
ہے اس سے یہ ظاہر کہ یہی حکمِ خدا ہے

کل دیکھئے پیش آئے غلاموں کو ترے کیا
اب تک تو ترے نام پہ اک ایک فدا ہے

گر دیں جو کہوں زِلّت ہے ہماری
اُمّت تیری ہر حال میں راضی برضا ہے

01-6-83

★

باتیں ان کی یاد رہیں گی

حضرت لاہوریؒ کے ارشادات عالیہ کا مسلسل انتخاب

رمضان المبارک کی برکتیں

سید المرسلین رحمۃ للعلمین علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے رمضان شریف کو ایسے بہترین نو ناموں سے مشرف فرمایا ہے کہ اس کے سوا گیارہ مہینوں میں سے کسی کو یہ شرف نصیب نہیں ہوا۔ اس کے نام ملاحظہ ہوں:

۱: شَهْرٌ عَظِيمٌ بڑی عظمت (بزرگی) والا مہینہ

۲: شَهْرٌ مُبَارَكٌ برکت والا مہینہ۔

۳: شَهْرٌ فِيهِ لَيْلَةٌ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ

ایسا مہینہ ہے جس میں ایک رات ایسی ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔

۴: شَهْرُ الصَّبْرِ خواہشاتِ نفسانی سے بچا لینے والا مہینہ

۵: شَهْرُ الْمُوَاسَاةِ آپس میں ہمدردی کرنے کا مہینہ

۶: شَهْرٌ يُزَادُ فِيهِ رِزْقُ الْمُؤْمِنِ۔

ایسا مہینہ ہے جس میں مومن کے رزق میں برکت دی جاتی ہے۔

۷: وَهُوَ شَهْرٌ اَوَّلُهٗ رَحْمَةٌ وہ مہینہ ہے جس کی آمد اللہ تعالیٰ کی رحمت کا نزول ہے۔

۸: وَاَوْسَطُهٗ مَغْفِرَةٌ اور اس کا درمیان بخشش کا زمانہ ہے۔

۹: وَآخِرُهٗ عِتْقٌ مِّنَ النَّارِ اور اس کے اخیر میں (مومنوں کے لیے) دوزخ سے آزادی ہے۔

خوش نصیب انسان

وہ انسان خوش نصیب ہیں جو رمضان شریف کی ان رحمتوں اور برکتوں سے فائدہ اٹھائیں۔ ان کی مثال ایسی ہے جس طرح موسم کے تازہ پھل جب بازار میں آئیں، تو ایک دولت مند ان پھلوں کو خرید کر کے خوب پیٹ بھر کر کھائے۔ ان کے کھانے سے بدن میں طاقت اور طبیعت میں سرور اور فرحت پائے۔ اور بدنصیب ہیں وہ انسان جنہیں پیٹ بھر کر کھانے کیا، بلکہ چکھنے کی بھی نوبت نہ آئے۔ اسی طرح وہ لوگ بڑے ہی بدنصیب ہیں جو اس مبارک مہینہ کی رحمتوں اور برکتوں سے فائدہ نہ اٹھائیں

اَللّٰھم لاتجعلنا منہ

روزہ کی دنیاوی برکتیں

اللہ تعالیٰ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلّم کے ہر ارشاد کی تعمیل میں دنیا کی بہتری اور آخرت کی نجات کی خاصیت پائی جاتی ہے۔ چنانچہ رمضان شریف کے روزے رکھنے میں مسلمان قوم اس قابل ہو جاتی ہے کہ زندہ قوم کہلائے۔ اس کا ہر فرد عزت کی زندگی بسر کرے اور عزت کی موت مرے۔

زندہ قوم بننے کے شرائط

۱: دنیا میں وہ قوم زندہ رہ سکتی ہے جسے اپنے جذباتِ طبع پر قابو ہو۔ جب ضرورت پیش آئے، تو جان دینے سے بھی جی نہ چرائے اور موقعہ نہ ہو، تو بادِ مخالف کے طوفان بھی اسے اشتعال میں نہ لائیں۔ اور اس کے وقار اور ثابت قدمی میں ذرہ بھر فرق نہ آئے۔ چنانچہ روزہ دار کو اپنے جذبات پر قابو کرانے کی مشق کرائی جاتی ہے۔ یہاں تک کہ اسے کوئی گالی دے یا قتل کرنے کے لیے بھی آئے، تو اس کا مقابلہ نہ کرے۔ فقط اتنا کہہ دے کہ میں روزہ دار ہوں۔

۲: دنیا میں وہ قوم زندہ رہ سکتی ہے جو منظم ہو۔ جس قوم کا شیرازہ منتشر ہو وہ کبھی زندہ نہیں رہ سکتی۔ روزہ میں مسلمان کی تنظیم ملاحظہ فرما لیجیے۔ دن سب روزہ دار اور رات کو شب بیدار (یہ تنظیم اسلام میں ہے جو مدینہ منورہ سے آیا ہے۔ ہمارے خود

احادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

جنّت کا داخلہ

عَنْ مُعَاذٍؓ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَخْبِرْنِیْ بِعَمَلٍ يُدْخِلُنِی الْجَنَّةَ وَيُبَاعِدُنِیْ مِنَ النَّارِ قَالَ لَقَدْ سَاَلْتَ عَنْ اَمْرٍ عَظِيْمٍ وَاِنَّهٗ يَسِيْرٌ عَلٰی مَنْ يَسَّرَهُ اللّٰهُ عَلَيْهِ تَعْبُدُ اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُ بِهٖ شَيْئًا وَّتُقِيْمُ الصَّلٰوةَ وَتُؤْتِی الزَّكٰوةَ وَتَصُوْمُ رَمَضَانَ وَتَحُجُّ الْبَيْتَ۔

ترجمہ: حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)، مجھے کوئی ایسا کام بتا دیجئے جو مجھے جنت میں داخل کرے اور دوزخ کی آگ سے دُور کرے۔ آپؐ نے فرمایا۔ تم نے ایک بہت بڑی بات پوچھی ہے لیکن یہ اس شخص پر آسان بھی ہے جس پر اللہ تعالیٰ اسے آسان کر دے وہ عمل یہ ہے کہ تو اللہ کی عبادت کرے، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائے، نماز قائم کرے، زکوٰۃ ادا کرے، رمضان کے روزے رکھے اور اللہ کے گھر کا حج کرے۔

ایمان لانے کے بعد ہر سمجھ دار اور دور اندیش آدمی اس سوچ میں پڑ جاتا ہے کہ اس کی عاقبت سنور جائے، اللہ کے انعام کا مستحق ہو، مرنے کے بعد جنت میں داخل ہو، اور دوزخ سے بچا رہے۔ اپنی یہ تمنا پوری کرنے کے لیے وہ ہر وقت اس عمل یا طریقہ کی تلاش میں رہتا ہے جس پر چل کر وہ اپنے مقصد کو پالے۔

اس حدیث میں حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اسی سوال کے جواب میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک نہایت اعلیٰ اور کامیاب طریقہ ارشاد فرمایا ہے جس کے اختیار کرنے سے انسان اپنی اتنی بڑی خواہش کو پورا کر سکتا ہے۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس سلسلہ میں چھ باتوں کی تلقین کی ہے۔

پہلی یہ کہ اللہ کی عبادت کی جائے۔ اسی کو اپنا پوری کائنات کا اور زمین و آسمان کا مالک اور پیدا کرنے والا مانا جائے۔

دوسری یہ کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرایا جائے۔ اسے معبود اور یکتا مانا جائے۔

تیسری یہ کہ نماز قائم کی جائے۔ اس میں بے شمار فائدے ہیں۔

چوتھی یہ کہ زکوٰۃ باقاعدگی سے ادا کی جائے۔

پانچویں یہ کہ روزے باقاعدہ رکھے جائیں۔

چھٹے یہ کہ اللہ کے گھر کا حج کیا جائے۔

اس حدیث پاک میں اسلام کی پوری تعلیم کا خلاصہ موجود ہے یعنی عقائد اسلام میں سے اسلام کا بنیادی عقیدہ بتلا دیا گیا ہے وہ ہے اللہ کی توحید کا اقرار اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنانے کا واضح اعلان اور اس کی عبادت اور اطاعت کا پختہ عزم اسلام کے بنیادی عقائد توحید کے ساتھ ارکانِ اسلام کی تلقین فرمائی ہے۔ یعنی اقامتِ صلوٰۃ، ادائے زکوٰۃ، رمضان المبارک کے روزے اور بیت اللہ کا حج۔

یہ ہیں وہ عبادات جو انسان کو جنّت کا مستحق بناتی ہیں اور دوزخ سے بچاتی ہیں۔

زندگی بے بندگی شرمندگی

ساختہ پنجابی اسلام میں یہ چیز نہ پائی جائے تو میں اس کا ذمّہ دار نہیں ہوں ۔)

۳ : دنیا میں وہ قوم زندہ رہ سکتی ہے جو ایک ہی ضابطہ اور قانون کی پابند ہو ۔ چنانچہ ساری دنیا کے مسلمان رمضان شریف کی راتوں میں ایک ہی ضابطۂ الٰہی (قرآن مجید) کو سرو قد کھڑا ہو کر ہمہ تن متوجّہ ہو کر سنتے ہیں ۔

۴ : دُنیا میں وہ قوم زندہ رہ سکتی ہے جو اپنی تنظیم میں قابلیت کو مدارِ انتخاب قرار دے ۔ قابلیت کے مقابلہ میں جنبہ داری ، سرمایہ داری ، تعلقاتِ دنیوی کا کوئی لحاظ نہ رکھے ۔ چنانچہ رمضان شریف کی راتوں میں حافظِ قرآن کو امام بنایا جاتا ہے ۔ سادات کرام علوی حضرات ، قریشی صاحبان ، راجپوت برادری والے کشمیری حضرات جو حفظ قرآن مجید کی نعمت سے مشرف نہیں ہیں ، سب اسی حافظ صاحب کے پیچھے کھڑے ہو کر سنتے ہیں ۔

۵ : دنیا میں وہ قوم زندہ رہنے کا حق رکھتی ہے جس میں مساوات کی رُوح پائی جائے ۔ یہ الگ چیز ہے کہ کوئی امیر ہے کوئی غریب ، مگر قومی پلیٹ فارم پر سب برابر سمجھیں جائیں ۔ چنانچہ رمضان المبارک میں نمازوں میں زیادہ رونق ہوتی ہے اور ہر نماز اور بالخصوص تراویح میں یہ سماں نظر آتا ہے ؎

ایک ہی صف میں کھڑے ہوگئے محمود و ایاز
نہ کوئی بندہ رہا نہ کوئی بندہ نواز

۶ : دُنیا میں وہ قوم امام الاقوام کا منصب حاصل کر سکتی ہے جس کے دن اور رات کی ہر گھڑی اور ہر لحظہ رضائے الٰہی کے حاصل کرنے کے لیے وقف ہو جائے ۔ خدا تعالیٰ اس کا حامی و مددگار ہو جاتا ہے ۔ پھر وہ قوم بامداد الٰہی دوسری قوموں پر فاتح اور سربلند ہو جاتی ہے ۔ کیا آپ کو معلوم نہیں ہے کہ اسلام نے اسی خوبی کے باعث اپنے عرُوج کے زمانہ میں دنیا کی تمام طاقتور سلطنتوں پر فتح پائی تھیں ۔ کسریٰ اور قیصر کی سلطنتیں حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سلطنت کی جزو بن گئی تھیں ۔

روزہ کی اخروی برکتیں

۱ : جس شخص کے دل میں ایمان ہو اور اللہ تعالیٰ سے ثواب حاصل کرنے کے لیے روزہ رکھے اس کے پہلے سب گناہ بخش دئے جائیں گے ۔

۲ : جو شخص رمضان کی راتوں میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے اس کے پہلے سب گناہ بخش دیتے جائیں گے ۔

۳ : انسان کو ہر نیکی کے بدلہ میں دس گنا سے لے کر سات سو گنا تک ثواب ملتا ہے ، مگر روزہ (اللہ تعالےٰ فرماتا ہے) روزہ میرے لیے ہے اور میں خود روزے کا بدلہ ہوں ۔

۴ : روزہ اور قرآن انسان کے لیے شفاعت کریں گے ۔ روزہ کہے گا اے میرے رب میں نے اسے کھانے اور خواہشات پورے کرنے سے دن میں روک دیا تھا ۔ لہٰذا میری شفاعت اس کے حق میں قبول فرما اور قرآن کہے گا میں نے اسے رات کو سونے نہیں دیا تھا ، لہٰذا میری شفاعت اس کے حق میں قبول فرما ۔ پھر دونوں کی شفاعت قبول ہو جائے گی (اور روزہ دار عذاب الٰہی سے بچ جائے گا ۔)

۵ : رمضان المبارک میں نفلی عبادت کا اتنا ثواب ملتا ہے جتنا غیر رمضان میں فرض کا ۔

۶ : رمضان المبارک میں فرض عبادت کا اتنا ثواب ملتا ہے جتنا غیر رمضان میں ستر فرض ادا کرنے کا ۔

۷ : رمضان المبارک کی آخری رات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی امّت کو بخش دیا جاتا ہے ۔ عرض کی گئی یا رسُول اللہ کیا یہ لیلۃ القدر ہوتی ہے ۔ آپؐ نے فرمایا نہیں بلکہ کام کرنے والا جب کام پورا کر دے تو اس کی مزدوری دی جاتی ہے ۔

"اے بیٹے ! جب تو اس کو اچھے منہ اور شکلوں میں دیکھے اور تو اُس کو پیار کرے تو یہ حُبّ ناقص ہے اور اس پر تجھ کو عذاب ہوگا ۔ درست اور صحیح وہ حب ہے جو تبدیل نہ ہو اور وہ یہ ہے کہ تو اس کو اپنی دل کی آنکھوں سے دیکھے ، اور اسی کو سچے روحانیوں کی محبت کہتے ہیں ۔"

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رح

۵ ر جولائی ؁۱۹۷۷ء – ؁۱۹۸۳ء چھ سال میں کیا کھویا کیا پایا ؟

پاکستان کی منتخب سیاسی حکومت کے وزیراعظم بھٹو اور پاکستان قومی اتحاد کے صدر مولانا مفتی محمود تقریباً چھ سال پہلے ان ہی دنوں وفاقی دارالحکومت اسلام آباد میں —— مذاکرات کر رہے تھے مذاکرات ابھی کسی حتمی نتیجے پر نہیں پہنچے تھے کہ ۵ ر جولائی —— کو نصف شب کے بعد فوج نے اقتدار پر قبضہ کر لیا ۔

چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر نے اعلان کیا کہ ۹۰ روز کے اندر انتخاب کروا کر فوج بیرکوں میں واپس چلی جائے گی ۔ ۹۰ دن بعد فوج گئی نہ انتخابات کرواتے گئے ۔ پھر اعلان کیا گیا کہ اسلامی نظام ملک میں نافذ کیا جائے گا چنانچہ قومی اسمبلی ہال میں ملک بھر سے نمائندہ لوگوں کو —— اور غیر ملکی سفراء کو دعوت دے کر بلایا گیا ۔ اور تقریب میں اعلان کیا گیا کہ ملک میں حدود کا نفاذ کر دیا گیا ہے ۔ لیکن پھر کیا وہی ڈھاک کے تین پات —— اب سیاسی ڈھانچے کی بات کی جا رہی ہے ۔ خدا معلوم ۔ یہ اونٹ کسی کروٹ بیٹھے گا بھی یا نہیں ۔

ہمارے خیال میں ملک کے تمام سیاسی مسائل کا حل صرف اور صرف حکومت اور سیاستدانوں کی بات چیت میں ہے — حکومت کو چاہئیے کہ پوری سنجیدگی سے ملک کے چیدہ چیدہ اور ذمہ دار سیاستدانوں کو بات چیت کی دعوت دے لیکن مذاکرات با مقصد اور واضح ہوں ۔ یہ مذاکرات صرف صدر مملکت اور سیاستدانوں کے درمیان نہ ہوں بلکہ ملٹری کونسل اور سیاستدانوں کی مجلس کے مابین ہوں تاکہ بات چیت نتیجہ خیز رہے ۔ اور عوام کو تذبذب اور ملک کو بحران سے نکالا جا سکے ۔ اللہ تعالیٰ پاکستان کو دشمنوں کے شر سے محفوظ و مامون رکھیں ۔ آمین !

احقر الانام محمد اجمل قادری



جلد ۲۸	۱۹ ر رمضان ۱۴۰۳ھ	یکم جولائی ۱۹۸۳ء	شمارہ ۵۲

رئیس الادارہ
شیخ التفسیر حضرۃ مولانا عبیداللہ انور مدظلہ
اہتمام
مولانا محمد اجمل قادری

مجلس ادارت
محمد سعید الرحمٰن علوی
محمد ظہیر میر ایم اے ایل ایل بی

دفاتر

انجمن خدام الدین بلڈنگ پہلی چورنگی ناظم آباد کراچی	خدام الدین مرکز اندرون شیرانوالہ گیٹ ۔ لاہور

بدل اشتراک

سالانہ	ششماہی	سہ ماہی
۸۰/-	۴۵/-	۲۵/-

ہدیہ دو روپے

...عبیداللہ انور نے کاسمو پرنٹنگ پریس چھپوا کر شیرانوالہ گیٹ لاہور سے شائع کیا

آگ بجھانے کی فکر کریں

علیگڑھ جیسے انگریز نواز اور انگریز پرست ادارے کی اصلاح کی غرض سے علیگ برادری کے بعض عزیزوں نے جامعہ ملیہ کی داغ بیل ڈالی۔ ۲۹ اکتوبر ۱۹۲۰ء جمعہ کے دن جامعہ ملیہ کے نام سے اس آزاد درسگاہ کا افتتاح علیگڑھ کی بڑی مسجد میں ہوا۔ افتتاح کرنے والے تھے مولانا محمود حسن۔ المعروف شیخ الہند ــــ جو مصلحت کوش اور مصلحت بیں اہل علم کے مشوروں کو نظر انداز کر کے مرض وپیری کے باوجود وہاں پہنچے ــــ سید محمد ٹونکی کے بقول:

اس سلسلہ کی آخری کڑی دیوبند کا ضعیف ونحیف ملاّ تھا، جس کی پیری میں آزادی کا رنگ شباب تھا، جس کے ہر چھوٹے اور سیدھے لفظ میں یثربی صداقت تھی آہنی عزم تھا، اس ملاّ کے مختصر خطبے نے وہ روح پھونکی جو عمر بھر کی تعلیم میں خواب میں بھی نہ دیکھی تھی یہ دیوبند کا ملاّ محمود حسن تھا جس کے انتظار میں نرگس ہزاروں سال روئی تھی اور جس نے ہم کو اس نئے تجربے پر اس طرح آمادہ کیا گویا برسوں کی تمنا پوری ہو رہی تھی اور برسوں کے انتظار کے بعد دیوبند اور علیگڑھ میں اتصال قائم ہو رہا ہے۔

حیات ذاکر حسین (ڈاکٹر ذاکر حسین مرحوم صدر جمہوریہ ہند) کے مصنف کے بقول مولانا محمود حسن نے خطبہ میں دلسوزی کے ساتھ اپنا دل چیر کر رکھ دیا تھا ــــ جامعہ کو مولانا محمد علی جوہر، ڈاکٹر انصاری، حکیم اجمل خان اور عبدالمجید خواجہ جیسے لوگ ملے اور آئندہ چل کر ڈاکٹر ذاکر حسین، ڈاکٹر عابد حسین اور پروفیسر مجیب جیسے لوگوں نے تین صد روپے ماہوار کے بجائے رضاکارانہ طور پر اپنی تنخواہیں انتظامیہ سے کہہ کر پچھتر روپے کرائیں اور یوں یہ درسگاہ بام عروج تک پہنچی ــــ علی الخصوص ڈاکٹر ذاکر حسین (امیر الجامعہ) کے خلوص، دلسوزی اور لگن نے اس ننھے منے پودے کو ایک تناور اور سایہ دار درخت کا رنگ دے دیا اور کام کرنے والوں کے سامنے ایک مثال پیش کر دی اور انہیں بتا دیا کہ کام کیسے کئے جاتے ہیں۔

کچھ عرصہ یہ ادارہ علی گڑھ میں رہا پھر عروس البلاد دہلی میں منتقل کر دیا گیا یہاں ابتدا میں کرایہ کے مکانات میں کام چلایا گیا بعد میں ذاکر حسین جیسے ایثار پیشہ اساتذہ اور انصاری واجمل جیسے درد دل رکھنے والے منتظمین نے خونِ جگر صرف کر کے اس کے لئے زمین حاصل کی عمارتیں بنوائیں اور پھر دنیا نے دیکھا کہ عمارات اور آسائشوں کے اعتبار سے یہ ادارہ کسی سے کم نہ تھا لیکن تعلیم وتربیت کے اعتبار سے کوئی یونیورسٹی اس کے ہم پلہ نہ تھی۔

۱۹۴۶ء میں جامعہ کی جوبلی منائی گئی جس کے لئے منتظمین وکارکنانِ جامعہ نے دس لاکھ کی اپیل کی اور بارہ لاکھ سے زائد سرمایہ جمع ہو گیا ــــ منتظمین نے بڑی حوصلہ مندی تدبر اور گہری سوچ کے بعد یہ طے کیا کہ سیاسی اور لسانی اختلافات سے قطع نظر کر کے ہر طبقہ کے افراد کو اس میں شمولیت کی دعوت دینا ہے، جامعہ کے منتظمین وکارکنان کی واضح سیاسی سوچ تھی ان کے نزدیک ہندوستان کا اتحاد ہی یہاں کی جملہ اقوام بالخصوص مسلمانوں کے حق میں مفید تر تھا زبان کے مسئلہ میں بھی وہ ٹھوس رائے رکھتے تھے لیکن ایک تعلیمی ادارہ کے اجتماع میں "من وتو" کی تقسیم ان کے نزدیک بالکل نامناسب تھی ــــ چنانچہ طے ہوا سبھی کو بلانا ہے اور پھر بلایا گیا ــــ سوچیں ۱۹۴۶ء کا دور ہے الیکشن ہو چکے ہیں مسلمانوں کا بڑا حصہ پاکستان کے حق میں اپنی رائے دے چکا ہے، مسلمانوں کے اکثریتی صوبوں کو چھوڑ کر جہاں ان کی آبادی اقلیت میں ہے، اور اقلیت بھی برائے نام، وہاں بھی ان کی زبانوں پر "لے کے رہیں گے پاکستان" کا نعرہ ہے اور وہ جنون کی حد تک اس معاملہ میں آگے جا چکے ہیں ــــ کسی کی سننا یا اس پر توجہ کرنا ہی ان کے مذہب میں روا نہیں ــــ مسلم لیگی قیادت کا اعلیٰ طبقہ اس حد تک خوشی ومسرت کا شکار ہے کہ اپنے سیاسی مخالفین کے لئے دائرہ تہذیب واخلاق میں رہ کر گفتگو کرنا بھی جرم سمجھا جاتا ہے، اور عیش وطرب میں جو منہ میں آتا ہے، کہے چلے جا

(بقیہ ۱۸ پر)

خطبہ جمعہ

ضبط وترتیب : علوی

استحکام پاکستان ــــ اور ــــ ہماری ذمہ داریاں

جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہ

بعد از خطبہ مسنونہ :۔

بزرگان محترم، برادران عزیز!

گذشتہ صحبت میں حضرت الامام لاہوری قدس سرہٗ کی ایک تقریر بعنوان "استحکام پاکستان" جو لاہور کے ایک اہم ترین اجلاس میں ایک ذمہ دار سرکاری حاکم کی صدارت میں کی گئی تھی، کے حوالہ سے ہم نے اس عنوان پر چند گذارشات پیش کی تھیں اور بتایا تھا، کہ چونکہ پاکستان کی نعمت اللہ تعالیٰ نے رمضان المبارک میں عطا فرمائی تھی اور امت مسلمہ نے اس نعمت کی بڑی قیمت ادا کی تھی اس لئے ہمارا فرض ہے کہ اس کی حفاظت کا اہتمام کریں یہ حفاظت کیسے ممکن ہے؟ اس کے لئے مادی اور روحانی دونوں دائروں میں ایک مسلمان کی حیثیت سے ہمارے کچھ فرائض ہیں ــــ مادی دائرہ میں ضروری ہے کہ ہم ملکی وسائل کو زیادہ سے زیادہ استعمال میں لائیں بیرونی وسائل پر انحصار کم سے کم تر کر دیں حتیٰ کہ کم کرتے کرتے اس سے بالکل گلوخلاصی کرا لیں ــــ اپنی زندگیوں میں کفایت شعاری اور باہمی تعاون کے جذبات کو فروغ دیں۔ ہمارے یہاں زرعی زمینے، صنعتی اداروں اور کانوں کی کمی نہیں، پھر ہمارے ملک جیسا محنتی مزدور دنیا میں کہیں نہیں۔ ان تمام چیزوں سے صحیح طور پہ کام لیا جائے تو یہ ملک جنت ارضی بن سکتا ہے اور اس کو ترقی و استحکام نصیب ہو سکتی ہے۔

روحانی دائرہ اور اسکے اصول ہیجگانہ

ہم میں سے ہر شخص کا فرض ہے کہ وہ ہر موقع پر قومی مفاد کا لحاظ وخیال رکھیں اور اس کے لئے ذاتی مفاد کی بڑی سے بڑی قربانی سے دریغ نہ کریں۔ ہمارے ہاں ہوتا یہ ہے کہ اہلیت وصلاحیت کے پیمانوں سے کسی کو ناپنے کے بجائے کنبہ، برادری، دوستی اور اس قسم کی چیزوں سے ناپا جاتا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ کا حکم یہ ہے کہ

امانتیں (اور قومی امور ومعاملات) ان کے اہل کے سپرد کرو اور جب لوگوں میں فیصلہ کرو تو انصاف سے فیصلہ کرو، بیشک اللہ تعالیٰ تمہیں اچھی چیز کی نصیحت کرتا ہے تحقیق اللہ سننے والا، دیکھنے والا ہے۔"

(سورۂ نساء، ترجمہ حضرت لاہوریؒ)

اور حضور علیہ السلام نے کسی قومی معاملہ کو نااہل لوگوں کے سپرد کرنے کو قیامت کی علامت سے تعبیر کیا ہے ــــ ایک حدیث میں ہے کہ لوگوں نے آپ سے پوچھا کہ قیامت کب آئے گی؟ تو ظاہر ہے کہ اس کا اصل وقت تو اللہ تعالیٰ جانتے ہیں۔ اس لئے آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا۔

"جب اجتماعی معاملات ایسے لوگوں کے سپرد ہوں جو ان کے اہل نہیں تو قیامت کا انتظار کرنا۔"

اس لئے ضروری ہے کہ ذاتی اور گروہی مفادات کے مقابلہ میں قومی اور اجتماعی مفادات کا لحاظ رکھا جائے کہ اس کے بغیر ملک کا استحکام ناممکن ہے۔

دوسری چیز

حضرت لاہوری قدس سرہٗ جیسے حکیم و مصلح نے اس ضمن میں دوسری چیز ارشاد فرمائی ہے وہ گویا پہلی چیز کی وضاحت و تفصیل ہے۔ ایک عام سی بات ہے کہ پرائمری سکول کے ٹیچر کے لئے جے، وی ہونا اور ہائی کلاسز کے لئے ایس، وی ہونا ضروری ہے۔ اسی طرح لیکچرار کے لئے ایم، اے ہونا اور کلینک کھولنے کے لئے ایم، بی، بی، ایس ہونا لازمی ہے کوئی شخص ایل، ایل، بی کی سند کے بغیر وکیل کا بورڈ نہیں لگا سکتا اور کوئی فرد انجینیرنگ کا ڈپلوما یا کامرس کالج کی سند کے بغیر ان شعبوں میں کھپ نہیں سکتا۔ جب یہ مسلمہ قاعدہ ہے تو پھر بلدیاتی انتخابات سے لے کر اسمبلی و سینٹ کے انتخابات تک اور مجلس وزراء کے ممبروں کے تقرر تک کیوں ہمارے یہاں کوئی معیار نہیں؟ موجودہ حکومت نے ایک مرتبہ بلدیاتی الیکشن کرایا اب دوبارہ اس کی تیاری ہے۔ حکومت نے اس وقت بھی اعلان کیا کہ کوئی شخص جس کا کسی سیاسی پارٹی سے تعلق ہوگا اس کو الیکشن میں حصّہ لینے کی اجازت نہ ہوگی اور کامیابی کے بعد ثابت ہو گیا تو اس کی رکنیت ختم ہو جائے گی لیکن کوئی ایسا شخص ایک بھی نہیں جس کا کسی سیاسی جماعت سے تعلق نہ ہو۔ پھر حکومت نے کیا ایکشن لیا۔ حکومت چونکہ سیاسی جماعتوں اور نفس سیاست سے الرجک ہے اس لئے وہ اس قسم کے قوانین بناتی اور ان کا اعلان کرتی ہے لیکن عمل نہیں ہوتا —— ہم یہ کہنا چاہتے ہیں کہ انگریز سرکار کے پشتینی وفادار، ہر حکومت کی ناک کا بال۔ بڑے بڑے زمیندار، جاگیردار اور وڈیرے اور شہری سطح پر مخصوص خاندان اور ان کے بگڑے ہوئے صاحبزادے کیا اہلیت رکھتے ہیں کہ وہ الیکشن کے ہر حال میں مستحق ہیں —— حالانکہ حکومت کو ذاتی شرافت، اجتماعی اخلاق، فرائض دینی کی پابندی قرآن سے واقفیت، سنن رسولؐ سے وابستگی وغیرہ کا دیکھنا ضروری ہے —— اگر یہ باتیں کسی شخص کے اندر نہیں —— جیسا کہ آج کل کے اکثر و بیشتر منتخب اور نامزد نمائندوں کا حال ہے تو یہ شخص کس منہ سے قوم کی نمائندگی کا دعوے کرتے ہیں —— یہی حال سول سروس اور باقی سروسز کا ہے۔ حکومت اپنے خود ساختہ اصولوں پر تو ہر شخص کو جانچے گی لیکن اسلامی اور اخلاقی طور پر وہ شخص کیسا ہے اس کا کوئی لحاظ نہیں کرے گا۔ اور اب تو ستم یہ ہوتا ہے کہ ہر محکمہ اپنے یہاں خالی آسامیوں کے لئے اخبارات میں اشتہار دے گا۔ سینکڑوں بے روزگار نوجوان درخواستیں دینگے انہیں بلایا جائے گا وہ انٹرویو دیں گے لیکن تقرری پہلے ہی کچھ لوگوں کی ہو چکی ہو گی —— سوال یہ ہے کہ جب کچھ لوگوں کو پہلے ہی مقرر کر دینا ہوتا ہے، تو اشتہارات کا خرچہ اور اس ساری بددیانتی کی کیا ضرورت ہے —— اس لئے ضروری ہے کہ حکومت ان معاملات میں واضح قانون سازی کرے کہ انتخاب میں اور نامزدگی میں کوئی غلط شخص محض دھن دولت اور برادری و قبیلہ کے نام پر قوم کے سر پر مسلط نہ ہو سکے۔ جب ایسے نااہل لوگ مسلط ہو جاتے ہیں تو پھر ملک و قوم کا اللہ حافظ —— غنی کاشمیری نے کتنی اچھی بات کہی ہے

گربہ میر و سگ وزیر و موش را دیوان کنند
ایں چنیں ارباب دولت ملک را ویران کنند

تیسری چیز
قرآن عزیز کی تعلیم

استحکام وطن کے لئے تیسری بنیادی چیز قرآن عزیز کی تعلیم ہے —— پاکستان کے بانی جناب محمد علی جناح کا ایک خط حضرت لاہوری قدس سرہ نے نقل کیا ہے جو انہوں نے مسٹر گاندھی کو لکھا تھا —— اس میں جناح صاحب فرماتے ہیں:۔

"قرآن مسلمانوں کا ضابطہ حیات ہے اس میں مذہبی اور مجلسی، دیوانی اور فوجداری، عسکری اور تعزیری، معاشی اور معاشرتی غرضیکہ سب شعبوں کے احکام موجود ہیں، مذہبی رسوم سے لے کر روزانہ کے امور حیات تک، روح کی نجات سے لے کر جسم کی صحت تک، جماعت کے حقوق سے لے کر فرد کے حقوق و فرائض تک دنیوی زندگی میں جزا و سزا سے لے کر عقبیٰ کی جزا و سزا تک ہر فعل و قول اور حرکت پر مکمل احکام کا مجموعہ ہے۔"

یہ خیالات کسی ملائے مکتبی یا کسی درویش خدامست کے نہیں ایک سونڈ بونڈ وکیل کے خیالات ہیں جسے پاکستانی قوم اپنا نجات دہندہ خیال کرتی ہے، اس شخص کی نجی زندگی میں اسلامی روایات کی کوئی بات بظاہر نہ تھی لیکن اس نے ایک حقیقت کا اعتراف کیا اور چونکہ وہ اس ملک کا بانی ہے، اس لئے اس ملک والوں کا فرض ہے کہ اس کی بات کی قدر کریں۔ اور تعلیم قرآن اس طرح عام ہو کہ یہاں کا کوئی مسلمان فرد قرآن عزیز کی بنیادی تعلیم سے غافل نہ ہو —— ہمارے یہاں تعلیمی اداروں میں اسلامیات جس انداز سے پڑھائی جاتی ہے اس سے تعلیم قرآن کے تقاضے پورے نہیں ہوتے اس کا مفہوم یہ ہے کہ ملک کے پورے نظام کی بنیاد قرآن ہو۔ زندگی کے مختلف شعبوں میں قرآنی ہدایات بنیاد بنائی جائیں پھر بات بنے گی یہ تو کوئی بات نہ ہوئی کہ ہم عدل اجتماعی، تجارت، معیشت اور معاشرت سے متعلق قرآن کے الفاظ محض تبرک کے لئے پڑھیں اور ان پر عمل نہ کریں —— ایک تجارتی ادارہ میں برکت کے لئے قرآن پڑھا دینے سے قطعی برکت نہ ہو گی بلکہ حقیقی برکت تب ہو گی جب تجارتی اصولوں پر عمل ہو گا۔ جب یہ صورت ہو گی تو پھر دنیا کا نقشہ وہ ہو گا جس کا ثبوت سیرت فاروقی سے ملتا ہے۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ اپنی خلافت کے زمانہ میں اس چراگاہ سے گذرے جس میں دورِ جاہلیت میں اونٹ چرائے تو آپ پر گریہ طاری ہو گیا۔ فرمانے لگے جب تو یہ حال تھا کہ میرے والد مجھے پیٹتے کہ اونٹ بھوکے گھر واپس لایا ہوں اور اب اللہ تعالٰی کے فضل، حضور نبی کریم علیہ السلام کی غلامی اور قرآنی تعلیمات پر عمل کے نتیجہ میں ۲۲ لاکھ مربع میل میں نہ کہیں چوری نہ ڈاکہ —— ہر فرد سُکھ اور سکون کی نیند سوتا ہے یہ مسیحائی قرآنی تعلیمات کی بدولت ہے۔ ورنہ آج بڑے بڑے دعویدارانِ تہذیب کے ہاں انسانی زندگی کا جو حال ہے اس پر سر ندامت سے جھک جاتا ہے۔

چوتھی چیز —— نماز

استحکام وطن کے لئے چوتھی چیز نماز ہے ضرورت ہے کہ کوئی مسلمان مرد یا عورت ایسا نہ ہو جو نماز سے غافل رہے۔ قرآن کا ورق ورق اس حکم ربانی سے معمور ہے، زندگی کے آخری سانس تک حضور رحمت دو عالم کو نماز کی تلقین ہے (سورۃ حجر) بے نماز کو دوزخی بتلایا گیا (مدثر) حضور علیہ السلام کو اپنے اہل و

عیال کو نماز کی تلقین کا حکم ہے (طہ) حضور علیہ السلام نے سات سال کی عمر میں بچہ کو نماز کی تلقین کا ارشاد فرمایا — پھر کیا وجہ ہے کہ ہمارے اربابِ اقتدار، ہمارے بیورو کریٹس، ہمارے تاجر اور ہمارے زمیندار بہ حیثیت مجموعی نماز کیوں نہیں پڑھتے — حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے تمام سرکاری ملازموں کو ہدایت ارسال کی۔

"تمہاری تمام ذمہ داریوں میں سے سب سے بڑھ کر میری نظر میں نماز ہے۔ جس نے خود اس کی پابندی کی اور دوسروں سے بھی پابندی کرائی اس نے اپنے دین کو بچا لیا اور جس نے نماز کو ضائع کیا تو وہ دوسرے کاموں کو زیادہ خراب کرتا ہوگا"

اندازہ فرمائیں امت کے اس محدث کبیر اور بالغ نظر حکمران نے کیا پتہ کی بات کی — جس کی نماز درست نہیں اور جو اس کا محافظ نہیں اس کا باقی کون سا کام درست ہوگا؟ — لیکن افسوس کہ پچھلی حکومتیں جو تھیں سو تھیں آج کی دعویدار اسلام حکومت کے دور میں نماز کے ساتھ وہی سوتیلی ماں کا سا سلوک ہے۔

حق یہ تھا کہ ہر ملازم کی ترقی اور اس کی پراگرس کا انحصار نماز پر ہوتا، ہر تعلیمی ادارے میں داخلہ کی بنیاد نماز ہوتی۔ نماز کے وقت ہر منڈی بازار سُونا ہوتا اور مسجدوں میں تل دھرنے کو جگہ نہ ہوتی۔ لیکن افسوس کہ مسجدیں مرثیہ خواں ہیں کہ نمازی نہ رہے — نمازی قوم وحدت و اجتماعیت، ایک مرکز پر متحد ہونا، ایک امام کی اطاعت و پابندی، صف بندی اور خدا معلوم کتنے فوائد حاصل کرتا ہے، آقا و مولا کی تمیز ختم ہوتی ہے — ظالم و غاصب سرمایہ دار اور وڈیرے، جاگیردار کی اصلاح ہوتی ہے اور محمود و ایاز ایک صف میں کھڑے ہو کر معاشرتی اونچ نیچ سے بچ جاتے ہیں اور جب ایسا ہوتا ہے تو بھائی چارگی اور باہمی ربط استحکام وطن کا ذریعہ بنتا ہے۔

پانچویں چیز — جہاد

استحکام وطن کے لئے

بقول حضرت لاہوری پانچویں چیز جہاد ہے جس کا معنی ہے دنیا میں سربلند و سرفراز رہنے کے لئے ہر ممکن کوشش کرنا — دنیا میں ہر قوم اپنی سربلندی کے لئے کوشاں رہتی ہے۔ مسلمان کو بھی اس کا حق ہے۔ اور مسلمان کو یہ حق نصیب ہوتا ہے جذبہ جہاد سے۔ اس جذبہ کا قائم رہنا نماز و زکوٰۃ کی طرح فرض ہے۔ مسلمان قوم کی ذلت کی ابتدا ہی اس وقت سے ہوئی جب بہ حیثیت مجموعی جہاد کا سلسلہ ختم ہو گیا۔

جہاد وطن و قوم کے لئے

نہیں اعلیٰ مقاصد اور دین کی بلندی کے لئے ہو اور اس کے لئے ہر طرح مسلح ہونا اور جدید ترین اسلحہ و ٹیکنالوجی کا حصول ارکان خمسہ کی طرح فرض ہے جیسا کہ سورۂ انفال میں موجود ہے — مسلمان قوم کا ہر نوجوان اور بالغ مسلمان قوم کا سپاہی اور رنگروٹ ہوتا ہے وہ اپنی لسانی، قلمی اور ذہنی صلاحیتیں دین کی بلندی کے لئے خرچ کرتا ہے اور جب ضرورت پڑتی ہے تو جان قربان کر کے شہید ناز کا مقام پا لیتا ہے۔ اور جس قوم میں ایسے جری لوگ ہوں گے اس کا کوئی بال بیکا نہیں کر سکتا۔

محترم حضرات! حضرت اقدس امام لاہوری کے حوالہ سے مسلسل دو خطبوں میں استحکام وطن کے متعلق ہم نے گفتگو کی، اس لئے کہ چاروں طرف ملکی استحکام و ترقی کا ڈھنڈورہ ہے لیکن یہ باتیں نمائشی نعروں سے نہیں بلکہ عمل سے حاصل ہوتی ہیں — عمل کا نسخہ ہم نے بتا دیا عمل کرنا

(باقی ۱۷ پر)

حضرت الشیخ مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ کے چند رمضان

۱۳۹۰ھ کا رمضان سہارنپور میں

یہ رمضان سہارنپور میں ان تمام روایات و معمولات کے ساتھ آیا جو حضرت کی عادتِ ثانیہ، طبیعت اور مزاج بن گئی ہیں۔ اس سال کے مفصل احوال و نظام الاوقات مولانا تقی الدین ندوی بیان کرتے ہیں۔

شنبہ (۲۹، شعبان ۱۳۹۰ھ اکتوبر، ۱۹۷۰ء) کو حسب سابق دارالطلبہ جدید کی مسجد میں معتکفین اور حجروں میں بقیہ مہمانوں کے قیام کا نظم کیا گیا۔ ناظم الامور محترم مولانا منور حسین صاحب مدظلہٗ کی طرف سے اعلان کیا گیا کہ مدرسہ قدیم سے دارالطلبہ جدید سب لوگ اپنی اپنی جگہ پر منتقل ہو جائیں۔ چنانچہ عصر تک سب لوگ منتقل ہو گئے اور نمازِ عصر کے بعد حضرتِ اقدس مدفیوضہم بھی مسجد میں تشریف لاتے، رویتِ ہلال کا انتظار رہا، مگر ۲۹، کا چاند نظر نہ آیا۔ ۳۰، کو سب لوگ اپنے اپنے معمولات تلاوت وغیرہ میں مشغول رہے نیز ۳۰، کو صبح کی نماز کے بعد فضائلِ قرآن سے صلوٰۃ التسبیح کا باب پڑھا گیا۔ اس کے بعد محترم مولانا منور حسین صاحب نے اعلان فرمایا کہ اس نماز کو آج ایک مرتبہ سب لوگ حصولِ فضیلت کی نیت سے ضرور پڑھ لیں اور ماہِ مبارک میں بھی کم از کم ایک دو مرتبہ اس پر عمل کر لیا جائے۔"

آنے والوں کی تعداد میں ہر سال اضافہ ہوتا رہا۔ اس سال یکم رمضان المبارک کو واردین کی تعداد تین سو تیرہ ہو گئی تھی۔ جو ... اصحاب بدر (رضوان اللہ علیہم اجمعین) کی تعداد تھی۔ جب حضرۃؒ سے اس کا ذکر ہوا، تو بے حد مسرت کا اظہار فرمایا اور کہا،

"حق تعالیٰ جیسی ہماری صورت ہے ویسی ہی ہماری حقیقت بھی بنا دے۔"

اخیر رمضان میں مستقل مقیمین کی تعداد چھ سو تک پہنچ گئی تھی۔ مختصر مدت کے لیے آنے والے مہمان اس سے زیادہ تھے

صحبتے با اولیار کا تعارف

حضرتؒ کے ملفوظات کا مجموعہ صحبتے با اولیار اسی رمضان کی یادگار ہے — حضرتؒ مغرب کے بعد عمومی مجلس میں حاضرین کی تربیت و اصلاح کے لیے جو کچھ ارشاد فرماتے مولانا تقی الدین ندوی مجلس کے بعد اسے قلم بند کر لیتے۔ یہ مجموعہ "صحبتے با اولیار" کے نام سے پہلی بار ۱۳۹۲ھ ۱۹۷۲ء میں شائع ہوا۔ اس مجموعہ کو ممتاز اہلِ علم نے پسندیدگی کی نظر سے دیکھا اور اس کی افادیت و تاثیر کا اعتراف کیا۔

۱۳۹۱ھ کا رمضان

یہ رمضان بھی سہارنپور میں ہی گزرا۔ اس کے بھی وہی معمولات اور احوال و کیفیات تھے۔ جو گزشتہ رمضانوں میں رہے۔ تفصیلات مولانا تقی الدین ندوی کے قلم سے پڑھیے۔ مولانا اس رمضان کے نظام الاوقات کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"عام طور پر صبح صادق سے ڈیڑھ

دو گھنٹے پہلے سب لوگ بیدار ہو جاتے ، تہجد وغیرہ سے فارغ ہو کر سحری کھاتے ہیں۔ اسکے بعد نوافل یا تلاوت وغیرہ میں سب لوگ صبح صادق تک مشغول رہتے ہیں۔ نماز اوّل وقت میں ہوتی ہے۔ نماز کے بعد ۹-۱۰ بجے تک سب لوگ آرام کرتے ہیں رات کا عالم معلوم ہوتا ہے دس بجے سے ساڑھے دس کسی کا بیان یا مواعظ سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانیؒ مسجد کے صحن میں سناتے جاتے ہیں۔ اس کے بعد ظہر تک تلاوت وغیرہ کا معمول ہے۔ نمازِ ظہر کے بعد ختم خواجگان اور دعاء ہوتی ہے۔ ظہر سے عصر تک ذکر کی مجلس ہوتی ہے۔ نمازِ عصر کے بعد کوئی کتاب عام طور پر امداد السلوک و اکمال الشیم سنائی جاتی ہے جو غروب سے پندرہ بیس منٹ پہلے بند کر دی جاتی ہے اور حاضرین دعاء میں مشغول ہو جاتے ہیں۔ افطاری اور مغرب کی نماز اور اس کے تھوڑی دیر بعد کھانا اور چائے ہوتی ہے۔

اس کے بعد سب لوگ حضرت اقدس کے معتکف کے قریب جمع ہو جاتے ہیں۔ یہ ملفوظات (صحبتے باولیاء) اکثر اسی مجلس میں بیان فرماتے ہیں ، البتہ امسال اس مجلس میں حضرت شاہ وصی اللہ صاحب نوراللہ مرقدہ کی کتاب نسبت صوفیہ وغیر سنائی گئی اور اذان کے قریب حضرت اقدس بیعت فرماتے ہیں۔ بیعت کے وقت کا عجیب منظر ہوتا ہے جس کی تفصیل آئندہ آ رہی ہے اور عشاء کی نماز ، تراویح وتر میں قریباً ڈیڑھ گھنٹہ صرف ہوتا ہے۔ اور ہر عشرہ میں ایک ختم کا معمول ہے۔ اور دو عشروں میں مولوی سلمان صاحب سلمہ کا تراویح پڑھانا معمول رہا ہے۔ بہت صاف و رواں پڑھتے ہیں ، البتہ ایک عشرہ میں ہر سال معتکف لوگوں نے قرآن سنایا۔ وتر کے بعد ختم سورۂ یٰسین و دعاء کا معمول ہے اور ایک دو مرتبہ بعض لوگوں نے حفظ کی نیت سے حضرت اقدس کو قرآن سنایا۔ ایسے موقع پر یٰسین شریف کے بعد کی دعاء اخیر میں ہوتی ہے۔ اس کے بعد ایک مختصر مجلس ہوتی ہے جس میں فضائل رمضان و فضائل درود سنائی جاتی ہے۔ کبھی صرف فضائل درود کے درود تحیات پر اکتفا کیا گیا۔ اس کے بعد سب حضرات نوافل و تلاوت وغیرہ معمولات میں مشغول رہتے ہیں۔

بعض باہمت حضرات شب بیدار بھی رہتے ہیں۔ عام طور پر بارہ بجے شب کے بعد لوگ سونے کی تیاری کرتے ہیں۔"

(صحبتے باولیاء)

رمضان ۱۳۹۳ھ حرمین میں

۱۳۹۳ھ – ۱۹۷۳ء کا رمضان بھی مکہ معظمہ زادہا اللہ شرفاً و تعظیماً اور مدینۃ الرسول علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں گزرا۔ اس رمضان کے مفصل معمولات اور نظام الاوقات معلوم نہ ہو سکے۔ حضرت کے ایک گرامی نامہ سے مکہ معظمہ کا مختصر نظام الاوقات ملا ہے۔ حضرتؒ تحریر فرماتے ہیں :۔

"اب تک نظام الاوقات یہ بنا ہے کہ میرا افطار تو حسب سابق ایک عدد کھجور سے بغیر زمزم کے حرم شریف میں پیشاب کے ڈر کے مارے اس وقت کا زمزم بھی موقوف مغرب کے بعد میرے رفقاء جن میں سے ۷ ، ۸ کا کھانا ماموں یامین صاحب میرے حساب میں پکوا دیں گے اور عبدالوحید اپنے اعزہ و اقارب

کا کھانا حسب دستور مع میرے مہمانوں کے لے کر آئے گا اور حسب دستور حرم شریف میں مغرب کے بعد کھا لیں گے۔ تراویح کے بعد صولتیہ میں آ کر میں تو پیشاب وضو وغیرہ کروں گا اور کاندھلوی رفقاء ابوالحسن کی مدد سے چائے پئیں گے۔ اس کے بعد پھر تنعیم جانا ہے اور عمرے کے بعد سیدھے سعدی کے یہاں عشاء کے بعد طواف موقوف ، صبح کو ۹½ بجے (عربی) کھانا کھاتے ہیں۔"[1]

رمضان ۱۳۹۴ھ سہارنپور میں

۱۳۹۴ھ ۱۹۷۴ء کا رمضان سہارنپور میں ہوا۔ اس رمضان کے لیے بھی وہی اہتمام و التزام ہوا جو برسوں سے معمول و مشہور ہے۔ ایک حاضر باش نے (جسے اس سال رمضان میں حاضری کی سعادت حاصل رہی ہے) اپنی ڈائری میں حضرت کے یہاں رمضان کے شب و روز کے معمولات کا ان الفاظ میں اندراج کیا ہے :۔

"یہاں کا پروگرام یہ رہتا ہے کہ صبح تین بجے سحری کے لیے بیدار کر دیا جاتا ہے۔ ساڑھے چار بجے تک تمام مہمان کھانے اور چائے سے فارغ ہو جاتے ہیں۔ آج کل مہمانوں کی تعداد ساڑھے چھ سو کے قریب بتائی جاتی ہے (اخیر عشرہ میں یہ تعداد گیارہ سو تک پہونچ گئی تھی) صبح صادق کے بعد اوّل وقت فجر نماز پڑھ کر سب مہمان سو جاتے ہیں اور ۸½، ۹ بجے یا اس کے بعد حسب خواہش اٹھتے رہتے ہیں۔ بعض حضرات اس کے بھی بہت بعد تک سوتے ہیں۔ اس کی باقاعدہ اجازت حاصل ہے کہ معتکفین نماز کے اوقات کے سوا جس وقت تک چاہیں سوتے رہیں۔ کوئی دوسرا ان کی نیند میں مخل نہ ہو۔ ٹھیک دس بجے مولانا عبیداللہ بلیاوی کا بیان شروع ہو جاتا ہے جو بالعموم چالیس منٹ کا ہوتا ہے۔ جو حضرات بیدار ہو جاتے ہیں وہ سب بیان میں شریک رہتے ہیں۔ اس کے بعد سب ہی حضرات حسب توفیق تلاوت یا نوافل میں مشغول ہو جاتے ہیں۔ زوال تک یہی عمل رہتا ہے' اس کے بعد سب حاضرین سو جاتے ہیں۔ ڈیڑھ بجے ظہر کی اذان ہوتی ہے۔ اذان کے بعد سب اٹھتے ہیں۔ ظہر کے بعد متصلاً ختم خواجگان کا معمول ہے۔ اس کے بعد مجلس ذکر گرم ہوتی ہے اور جن حضرات کو ذکر کی اجازت ہے وہ سب ذکر کرتے ہیں۔ باقی حضرات تلاوت میں مشغول رہتے ہیں۔ اس مجلس انوار و تجلیات کی حلاوت و لطافت کو محسوس تو کیا جا سکتا ہے بیان نہیں کیا جا سکتا۔ شاید یہی محفل سب سے نشاط آور اور پُرکیف ہوتی ہے۔

اس مجلس کے بعد کچھ معتکفین آرام کرتے ہیں اور بعض باہمت حضرات تلاوت میں معروف ہو جاتے ہیں۔ نماز عصر تک یہی سلسلہ رہتا ہے۔ کچھ سونے میں اور کچھ تلاوت و تسبیح میں ، عصر کی نماز کے بعد امداد السلوک یا اکمال الشیم میں سے کوئی ایک کتاب پڑھی جاتی ہے۔ آجکل امداد السلوک ہو رہی ہے۔ مولانا معین الدین مراد آبادی پڑھتے ہیں۔ مولانا کا اندازِ بیان ایسا پُر جوش و پُر جلال ہوتا ہے کہ سامعین پر ایک محویت اور رعب سا طاری ہو جاتا ہے۔ مجھ

[1] مکتوب گرامی مؤرخہ ۱۹ ستمبر ۷۳ء (غالباً یکم رمضان عربی) بقلم مولوی حبیب اللہ چمپارنی ، بنام مولوی نصیر الدین صاحب۔

جیسے کم فہم جو صوفیاء کی اصطلاحات سے ناواقف اور ان کمالات و کیفیات سے ناآشنا ہیں، کتاب کے معانی و مطالب سمجھنے سے قاصر رہتے ہیں، مگر مولانا کی پُر جلال آواز اور ماحول کا سحر اسی مجلس کا اسیر رکھتا ہے۔ یہ مجلس افطار سے دس پندرہ منٹ پہلے اختتام پذیر ہوتی ہے۔

اس مجلس سے اُٹھ کر سب دسترخوان پر جمع ہوتے ہیں۔ دسترخوان پر متوسط افطاری لگی ہوئی ہوتی ہے۔ امرود، کیلے وغیرہ کی چاٹ، سیب کی قاشیں اور چنے جنہیں ہمارے یہاں گھونگیاں کہا جاتا ہے اور کچھ فاصلے سے آٹھ آٹھ دس دس ہندوستانی کھجوریں رہتی ہیں اور مدنی کھجور بھی تبرکاً تقسیم ہوتی ہے۔ ٹھنڈے پانی کا وافر مقدار میں معقول انتظام رہتا ہے۔ افطار کے بعد اتنا وقفہ دے کر نماز ہوتی ہے جس میں سب پانی پی لیں اور کلی وغیرہ کر لیں۔ نوافل کے بعد کچھ اشخاص اوّابین میں مشغول ہو جاتے۔ چند افراد اُسی وقت نوافل میں قرآن پاک سناتے ہیں۔ سات بجے کھانا شروع ہوتا ہے جو سوا آٹھ تک اختتام کو پہنچتا ہے۔ کھانے میں نان گوشت کے علاوہ ... گجراتی کھچڑی اور اکثر پلاؤ بھی ہوتا ہے۔ کھانے کے بعد مولانا مفتی کفایت اللہ وغیرہ گجراتی صاحبان کی جانب سے چائے کا بہت اچھا انتظام ہے۔ جو حضرات کھانے اور چائے سے فارغ ہو جاتے ہیں وہ حضرت کے خلوہ کے قریب آ کر بیٹھتے رہتے ہیں۔ آٹھ بجے کے قریب خلوہ کے پردے اٹھا دیئے جاتے ہیں اور حضرتؒ مختلف نصائح، عبرت آموز واقعات اور تصوّف کے بعض اسرار و نکات پر مختلف کلمات ارشاد فرماتے رہتے ہیں۔ مجلس کے اختتام کا وقت قریب ہوتا ہے، تو خواہش مندوں کو بیعت فرماتے ہیں۔ مولوی احمد لولات صاحب گجراتی حضرت کے کلمات بلند آواز سے حاضرین تک پہونچاتے ہیں۔ بیعت کے بعد مختصر سی دعاء اور اس کے بعد بیعت ہونے والوں کے لیے معمولات کا کتابچہ لینے کی ہدایت اور ابتدائی ضروری معمولات کے اعلان کے ساتھ مجلس ختم ہو جاتی ہے۔

نو بجے عشاء کے فرض ہوتے ہیں، سوا نو بجے تراویح شروع ہو جاتی ہے جو ساڑھے دس پونے گیارہ کے درمیان ختم ہوتی ہے۔ آجکل تراویح مولانا سلمان صاحب پڑھا رہے ہیں، پانچوں نمازوں کے امام بھی وہی ہیں۔ تراویح میں تین پارے ہوتے ہیں۔ تراویح کے بعد متصلاً سورۂ یٰسین کا ختم ہوتا ہے۔ تلاوت سورۂ یٰسین کے بعد حضرت مولانا عبید اللہ صاحب بلیاوی دُعا کراتے ہیں۔ اس کے بعد فضائلِ رمضان پڑھی جاتی ہے۔ یہ مولوی شاہد صاحب سناتے ہیں۔ اس کے بعد حضرت شیخ شب میں واپس جانے والوں اور دن میں آنے والوں سے مصافحہ کرتے ہیں۔ مصافحہ پر اجتماعی پروگرام ختم ہو جاتے ہیں۔ یہ وقت عموماً ساڑھے گیارہ

کا ہوتا ہے۔ اسکے بعد بلا استثناء تمام معتکفین و غیر معتکفین کی اپنے اپنے رُفقاء و محبّین کے ساتھ تکلفات اور چائے کی مجلیس جمتی ہیں۔ اس کے بعد کچھ حضرات سو جاتے ہیں، کچھ حضرات تھوڑی دیر گپ شپ کے بعد لیٹتے ہیں، کچھ خوش نصیب تلاوت میں مصروف ہو جاتے اور قرآن پاک سُنانے والے نوافل شروع کر دیتے ہیں۔ سماعتِ قرآن میں عام حاضرین بہت ذوق و شوق سے حصّہ لیتے ہیں۔ جگہ جگہ حفاظ قرآن پاک سناتے رہتے ہیں۔ ہر ایک کے ساتھ تین سے پندرہ بیس تک سامعین ہوتے ہیں۔ بعض عمدہ پڑھنے والوں کے پیچھے ساٹھ ستّر تک بھی دیکھے گئے ہیں۔ اسی مبارک مشغلہ میں سحر ہو جاتی ہے۔ یہی روزانہ کا معمول ہے۔"

رمضان ۱۳۹۵ھ کے احوال

رمضان ۱۳۹۵ھ ۱۹۷۵ء مجمع کی کثرت علماء کرام اور اہل مدارس کے رجوع، مشائخ کرام کی توجہ اور مختلف حیثیات سے گزشتہ سالوں سے ممتاز و منفرد تھا۔ شروع رمضان میں مجمع ایک ہزار سے متجاوز تھا اور حسب معمول اخیر رمضان تک مہمانوں کی آمد برابر جاری رہی۔ ۲۷ ویں شب میں حاضرین و واردین کی تعداد کا اندازہ ۲۷ سو کا کیا گیا تھا۔ مجمع کی کثرت سے مسجد کی دونوں منزلیں، صحن اور حوض کا مسقف حصّہ اور اس کے اطراف پُر تھے۔ وضو اور ضروریات کے لیے اپنے معتکف سے آنا اور راستہ طے کرنا مشکل معلوم ہوتا تھا۔

اس شب میں بعض حاضرین نے مشاہدہ کیا، تو ستائیس حفّاظ ذوق و شوق سے قرآن پاک سُنا رہے تھے۔ اور ان کے پیچھے صف بستہ رحمت و مغفرت کے اُمیدوار پروانہ عتقٌ من النّار کے مشتاق تھے۔ ان حفّاظ سے ایک قاری کی 'تلاوت' ان کی تضرّع و انابت کی کیفیت' لہجہ کا سوز و گداز، گریہ و بے خودی کا عالم دیکھنے والے کبھی نہیں بھول سکتے۔

رمضان ۱۳۹۶ھ

اس سال اندرونِ مُلک ہنگامی حالات (INTERNAL EMERGENCY) کے نفاذ کی وجہ سے خوف و ہراس کی فضا عام تھی اور نس بندی کی بلا ہر پیر و جوان کے تعاقب میں لگی ہوئی تھی۔ تاہم آنے والے آئے اور حضرت کے زیرِ سایہ رمضان کی رحمتوں اور برکتوں سے لُطف اندوز ہوئے۔ اس رمضان کے معمولات حضرت کے روزنامچہ سے نقل کیے جاتے ہیں۔ حضرت تحریر فرماتے ہیں:-

"نظام الاوقات زکریا: بعد مغرب اوّابین ایک پارہ اس کے بعد مجلس میں بجائے زبانی" کچھ کہنے کے ضعفِ دماغ کی وجہ سے صوفی اقبال کا رسالہ "اکابر کا سلوک و احسان" تا اذان عشاء، اذان پر بیعت، تراویح از ۹½ تا ۱۱۔ اس کے بعد ۱۲ بجے کواڑ بند، تراویح کے بعد فضائلِ رمضان ہوئی تھی، مگر امسال حکومت کے منجملہ مظالم کے یہ بھی تھا کہ ۱۱½ کے بعد جس کو دیکھا اس کو پکڑ کر نس بندی کر دی۔ جس کا بہت زور ایک سال سے چل رہا ہے۔ مُسلمان نہایت پریشان اپنے اعمال کی سزا بُھگت رہے ہیں۔ اس لیے تراویح کے بعد اعلان کیا جاتا ہے کہ مقامی

حضرات فوراً چلے جائیں کہ یہ کتاب تمہاری سُنی ہوئی ہے۔ خواہ مخواہ پولیس دِق کرے گی۔ ۱۲ تک فضائلِ رمضان ایک تک عمومی خصوصی ملاقات ایک سے تین تک نوم۔ عمومی کھانے کے لیے ۲½ پر سب کو اٹھا دیا جاتا ہے اور ۴ تک سب فارغ ہو جاتے ہیں۔ اور تلاوت وغیرہ میں لگ جاتے ہیں۔ ۴ تک تہجد استنجار وغیرہ۔ اس سال ضعفِ دماغ کی وَجہ سے بجائے دو کے ایک ہی پارہ رہ گیا جو بڑی مُشکل سے پُورا ہوتا ہے۔ ۴ بجے سحور، صبح صادق کے بعد اوّل وقت نماز۔ پھر آنے جانے والوں سے مصافحہ اس کے بعد ۹ بجے تک نوم، اس کے بعد بجائے پارہ بالنظر کے اسماع ایک پارہ، پھر چاشت تحیۃ الشکر والحاجۃ وغیرہ ۱۱۔ گیارہ سے ۲ تک استراحت، پھر وُضو۔ سُنتوں میں ایک پارہ۔ بعد ظہر ختمِ خواجگان۔ اس سال ضعفِ دماغ کی شدّت کی وَجہ سے حکیموں کا پارہ ملتوی کر دیا کہ بعض دِن دورانِ سَر کی وَجہ سے بالکل نہیں پڑھا گیا۔ البتہ مولوی احمد کو بعد ظہر سنانا شروع کیا کہ تھوڑا سا ہو جاتا پھر روک دیا جاتا۔ ذکر بالجہر ساڑھے چار، آمد اسباط ۴½، اذان عصر بعدہٗ نماز ۵½ بعدہ کتاب، ارشاد تا افطار۔ اس سال دوپہر کی تقریر مستقل ۱۰ سے ۱۱ تک مولانا عبیداللہ۔

گزشتہ سطُور سے معلوم ہو گیا کہ سخت حالات کی وَجہ سے آنے والوں کی تعداد نسبتاً کم رہی، مگر معمولات اور نظام الاوقات میں کوئی تغیّر نہیں ہُوا۔

معمُولاتِ رمضان ۱۳۹۷ھ

یہ رمضان بھی سہارنپور میں گزُرا۔ مہانوں کی آمدورفت گزشتہ سال کی نِسبت زیادہ رہی۔ عام معمُولات گزشتہ سال کی طرحؒ تھے۔ مفصّل نظام الاوقات حضرت کے روزنامچہ سے نقل کیا جاتا ہے:۔

"بعد مغرب قرآن پاک تو اس سال نہ ہو سکا۔ دورانِ سَر کی وَجہ سے معمولات قدیم سُنن نفل العرش، تحیۃ الشکر، صلوٰۃ الحاجۃ اس کے بعد اورادِ معمولہ حزب البحر وغیرہ۔ نیز سورۂ خمسہ از قل یا قل اعوذ از بدایتہ۔ بسم اللہ ۱۲۔ وبہا الاختتام اور اس کے بعد چائے۔ اور کوئی چیز شروع میں تو علالت کی وَجہ سے بالکل نہ کھائی۔

"کھانے سے فراغ کے بعد ۸½ سے مجلسِ عامہ تا ۹۔ اسی میں بیعت۔ ۹ کے بعد اذان، تراویح سلمان ۹½ تا پونے گیارہ۔ اس کے بعد اکابر کا رمضان ۱۱½ تک بندش دروازہ ۱۲½ تا ۲½ مجمع کی زیادتی کی وجہ سے آدھ گھنٹہ فتح الباب مقدم کیا گیا۔ نوم بعد صبح تا ۹۔ اس کے بعد ضحی لبسور، قرآن پاک بالنظر ایک پارہ دو مرتبہ۔ یٰسین تین مرتبہ للشیخ وبالاصول الاربعہ المحسنین اس کے بعد ۱۱ تا ۱ مختلف ملاقاتیں۔ ایک تا ۲ استراحت۔ چونکہ اس سال پیر ہی کے دن (۲۹، شعبان) سے بخار کی شدّت ہو گئی تھی۔ اس لیے شروع میں تو چائے کے سوا (وہ بھی آدھی پیالی) اور دو انڈے کے سوا کچھ کھانے کی نوبت نہیں آئی۔ نہ شروع میں نہ آخر میں۔

۲½ بجے سے مہانوں کا آنا شروع ہوتا ہے اور ۳ تک سلسلہ چلتا ہے۔ کھانے سے اور چائے سے فراغ پر ۴ بجکر دس منٹ پر (سحری کی) بندش دوپہر کو ۱۰ سے ۱۰½ تک مولانا عبیداللہ، مگر وہ بھی بیمار ہے۔ محمدّ نیابت کرتا ہے۔ بعد ظہر ختم خواجگان و ذکر۔ بعد عصر اکابر کا سلوک پھر ارشاد۔ پھر اکمال۔ بعد تراویح اکابر کا رمضان پھر فضائلِ رمضان۔ تقریر محمد از ۱۰ — ۱۰½ مولوی عبیداللہ صاحب کا معمول تھا، لیکن امسال وہ بہت زیادہ بیمار رہے اور محمدّ کی تقریر کے بجائے پھر مولانا عبدالحلیم نے شروع کر دی کہ اس نے جوش میں آکر خانقاہوں اور مدرسوں پر تبرا کر دیا تھا اس لیے بند کر دی۔

اس سال قرآن پاک نہ حفظ ہو سکا نہ سنانے کا بہت زیادہ دورانِ سر کا سلسلہ رہا۔ بالنظر دو قرآن ہوتے بعد مغرب سے اذان عشار وقتاً فوقتاً مجلس نہیں ہوئی، لیکن جب ہوئی، تو پھر علمار کو مختلف طریقوں سے مدارس کے چندہ مال کے سلسلہ میں اور دوسرے مدارس کے گھٹانے بڑھانے کے سلسلہ میں بات چیت ہوئی۔

اس اقتباس سے حضرتؒ کے ان چند مخصوص معمولات کا بھی علم ہوتا ہے جن کا گزشتہ صفحات اور آپ بیتی میں ذکر نہیں آیا ہے۔

رمضان ۱۳۹۸ھ تا ۱۴۰۰ھ

۱۳۹۸ھ کا رمضان (مطابق اگست ۱۹۷۸ء) مدینہ منورہ میں گزرا۔ بہت جستجو کے باوجود وہاں کے معمولات اور نظام الاوقات نہیں ملا۔ ۱۳۹۹ھ کا رمضان سہارنپور میں گزرا، مگر اس سال مجمع نسبتاً کم رہا۔ معمولات گزشتہ سے پیوستہ سال کے مطابق رہے۔

رمضان ۱۴۰۰ھ فیصل آباد (سابق لائل پور) میں گزرا۔ مولانا مفتی زین العابدین کے مدرسہ میں قیام رہا۔ فیصل آباد کی مشہورِ زمانہ گرمی کے باوجود اہلِ ذوق اور طالبین دور دراز گوشوں سے آئے۔ ہندوستان سے بھی متعلقین و متوسلین کی ایک بڑی تعداد حاضرِ خدمت ہوئی۔ آخری عشرہ میں مہانوں کی تعداد ایک ہزار تک ہو گئی تھی

خاتمۂ کلام:

خدا کرے یہ سلسلۂ فیض درازے دراز تر ہو اور امّت کو اس چشمہ فیض سے زیادہ سے زیادہ استفادہ کی توفیق عطا ہو۔

دَور چلتا ہی رہے گردش میں پیمانہ رہے
میکشوں کے سر پہ یارب پیرِ میخانہ رہے
لہ افسوس ع آں قدح بشکست و آں ساقی نماند

(علوی)

اظہارِ تعزیت و درخواستِ دُعا

جمعیۃ علماء اسلام کے قابل فخر رہنما مولانا محمد اکرم صاحب رحمہ اللہ تعالےٰ (ہلال انجینیرنگ لاہور) کی اہلیہ محترمہ اور مشہور خطیب مولانا محمد اشرف ہمدانی جامع مسجد جناح کالونی فیصل آباد کے والد بزرگوار انتقال کر گئے۔

ہر دو خاندانوں سے جماعت اور ادارہ خدام الدین نیز امیر انجمن مولانا عبیداللہ انور زید مجدھم کا گہرا تعلق خاطر تھا اس لئے قدرتی طور پر دونوں حادثوں کو شدت سے محسوس کیا گیا —— مرحومین کے متعلقین و لواحقین سے مل کر اور بذریعہ خط تعزیت کی گئی۔ مجالس و مجامع میں دعا کی گئی کہ اللہ رب العزت ہر دو مرحومین کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور ان کے پسماندگان و متعلقین کو صبر جمیل اور اجر جزیل سے نوازے۔

ادارہ اپنے محترم قارئین سے بھی دعا کی درخواست کا خواستگار ہے۔ (ادارہ)

بقیہ: خطبہ جمعہ

نہ کرنا ان کا فرض ہے جو اس کے ذمہ دار ہیں —— کریں گے تو ملک و قوم اور خود ان کے حق میں بہتر ہوگا ورنہ موجِ بلا کسی کو سلامت نہ رہنے دے گی۔

و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین!

بقیہ : شذرہ

رہے ہیں، اس کی وجہ سے فضا مسموم ہے، فسادات کا لاوا پک ہی نہیں چکا، بہہ چکا ہے اور معصوم انسان بیدرد صفت لوگوں کے ظلم کا شکار ہو رہے ہیں اس گھٹن کی فضا میں یہ یادگاری اجتماع منعقد ہوا لیگ و کانگریس کے چوٹی کے رہنما موجود ہیں ـــ ذاکر حسین مائیک پر آتے ہیں اور وطن کے باوقار قومی لیڈروں سے دردمندانہ التجا کرتے ہیں:

خدا کے لئے سر جوڑ کر بیٹھئے اور اس آگ کو بجھائیے، یہ وقت اس تحقیق کا نہیں ہے کہ آگ کس نے لگائی؟ کیسے لگی؟ آگ لگی ہوئی ہے اسے بجھائیے۔ یہ مسئلہ اس قوم اور اس قوم کے زندہ رہنے کا نہیں ہے ـــ مہذب انسانی زندگی اور وحشیانہ زندگی میں انتخاب کا ہے، خدا کے لئے اس ملک میں مہذب زندگی کی بنیادوں کو یوں کھدنے نہ دیجئے۔

ذاکر صاحب نے یہ بات ۴۶ء کے آخر میں کہی جبکہ انگریز اپنا بوریہ سمیٹنے اور اس ملک کی زمام قیادت یہاں کے لوگوں کے سپرد کرنے کی تیاری میں مشغول تھا۔ کتنا ستم تھا کہ مدتوں کے بعد آزادی کا سورج طلوع ہونے والا تھا۔ لیکن قوم باہم دست وگریباں تھی ـــ یہ انتشار یہ افراتفری اور یہ سر پھٹول صرف اور صرف جنونی قیادت کے باعث تھی۔ عوام نے جارے تو عوام ہیں ان کی لڑائی کا سوال ہی نہیں، لڑائی تو قائدین کی ہے اور وہ ڈرائنگ روم میں بیٹھ کر غریب عوام کا تماشہ دیکھتے ہیں ـــ چنانچہ اس سن و سال میں یہی ہوا کہ انسان، انسان کے ہاتھوں ذبح ہوا اور خدا کی زمین انسانوں کے خون سے رنگین ہو گئی ـــ اس پس منظر میں ذاکر صاحب نے درد دل سے یہ بات کہی اور سب کے سامنے کہی

ہم ذاکر صاحب کے الفاظ مستعار لے کر انہی کے قافلہ کے ایک فرد بلکہ انہی کی طرح کے سالار امام لاہوریؒ کی یادگار خدام الدین کی وساطت سے آج کے قائدین چاہے وہ فوجی ہوں یا سیاسی سے یہ گذارش کرنا چاہتے ہیں کہ حضور اس قضیہ میں نہ پڑیئے کہ آگ کس نے لگائی ـــ اصل یہ ہے کہ آگ لگی ہوئی ہے، پورا ملک اس کی لپیٹ میں ہے، بھسم ہوا چاہتا ہے۔ اس لئے ضرورت ہے اس کو بجھانے کی، اس کو ٹھنڈا کرنے کی ـــ ممکن ہے آپ پوچھیں کہ آگ کہاں ہے ـــ تو ہم عرض کریں گے کہ آپ کی سرحدات پر مسئلہ افغانستان موجود ہے اس کے نتیجہ میں لاکھوں انسان آپ کی زمین پر آ بیٹھے ہیں، ممکن ہے کہ آپ اسے اسلامی مہمان نوازی کا نام دیں لیکن نام کچھ ہو مسئلہ بہر حال مسئلہ ہے۔ پھر مخصوص سیاسی افراد اور جماعتوں کو آپ نے ان لوگوں سے رابطہ کی اجازت دے رکھی ہے باقی ہر جماعت پر دروازے بند ہیں ـــ جن کے لئے دروازے کھلے ہیں وہ اب خیر سے ان کی ترجمانی کے فرائض ادا کرنے میں مشغول ہیں ـــ گو کہ ان کا اصل مسئلہ طلبِ زر کا ہے جس کی وجہ سے وہ کوئٹہ میں ابتری کا شکار بھی ہو چکے ہیں ـــ تو جناب من آگ کا ایک رُخ یہ ہے ـــ دوسرا رُخ مہنگائی کا ہے، شدید اور خوفناک مہنگائی ـــ جس نے ملک کی بھاری اکثریت کی زندگی اجیرن کر دی ہے ـــ آپ کو یہ آگ نظر نہ آئے گی کہ آپ کو مکھن ڈبل روٹی میسر ہے جیسے زار کی بیوی کو میسر تھا لیکن سوال زار کی بیوی کا نہیں ماسکو کی سڑکوں پر بھوکوں ننگوں کے جلوس کا ہے ـــ اور پھر آپ کو پتہ نہیں کہ وہ جلوس کیا رنگ لائے؟ زار رہا نہ اس کی شاہی! آگ کا ایک رخ وہ معاشرتی اور سماجی مسائل ہیں ملک کا ہر فرد جن کا شکار ہے، اس میں قتل، اغوا، آبروریزی، چوری، ڈکیتی، بسوں اور ویگنوں کا لٹنا، ذخیرہ اندوزی اور ناجائز منافع خوری سبھی اس چیز میں شامل ہیں اور تاریخ کا فیصلہ یہ ہے کہ جس معاشرہ میں یہ چیزیں رچ بس جاتی ہیں وہ معاشرہ کھوکھلا ہو کر رہ جاتا ہے اور پھر اس کو سہارا دینا مشکل ہو جاتا ہے ـــ اس لئے ضرورت ہے کہ قائدین و زعماء سارے کے سارے سر جوڑ کر بیٹھیں، اصل مسائل کا حل سوچیں اور انسانیت کو بچائیں ـــ نفرت کی دیواریں منہدم ہوں، ہر انسان دوسرے کا احترام کرے، ایثار و قربانی کا یہاں دَور دَورہ ہو کہ اس میں ہم سب کی نجات ہے ورنہ آگ، آگ ہے اسے کا کام جلانا اور بھسم کرنا ہے ـــ

یادگار زمانہ ہیں یہ لوگ

ایڈیٹر کے قلم سے

حضرت اقدس رائے پوریؒ کے میزبان

حاجی متین احمد صاحب

ایک نیکدل، نیک فطرت اور ذی وجاہت بزرگ

لاہور ریلوے اسٹیشن سے مال روڈ کی طرف چلیں تو ایک اہم جگہ آتی ہے نام ہے ٹبلہ بہاڑی۔ اس سے متصل ایک کوٹھی پر آپ کو القادر لکھا نظر آئے ـــ گورنر ہاؤس کے عقب میں یہ کوٹھی واقع ہے اور اس میں ایک خضر صورت بزرگ رہتے ہیں نام ہے متین احمد اور عام طور حاجی متین احمد کے نام و عرف سے پہچانے جاتے ہیں۔ یہی بزرگ ہیں جو لاہور میں ایک عرصہ حضرت قطب الاقطاب مخدومنا العالم حضرت الشاہ عبد القادر رائے پوری قدس اللہ سرہ العزیز کے میزبان رہے ـــ حضرت والا انارکلی لاہور سے متصل چنگڑ محلہ میں مولانا محمد عبد اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے یہاں قیام پذیر ہوتے بعد میں یہ سعادت ایک پنجابی وزیر صوفی عبد الحمید صاحب مرحوم کے حصہ میں آئی اور آخر میں حاجی متین احمد صاحب اس سعادت کے مستحق قرار پائے ـــ حضرت اقدس رحمہ اللہ تعالیٰ کے انتقال کا حادثہ کبریٰ بھی یہیں پیش آیا اور یہیں نماز جنازہ پہلی بار ادا ہوئی۔

کسی زمانہ میں اس کوٹھی میں مشہور شاعر فیض احمد فیض بھی رہتے تھے حاجی صاحب کی توسط سے ان کی ملاقات بھی حضرت اقدس رائے پوری رحمہ اللہ تعالیٰ سے ہوئی۔

حاجی صاحب محترم اس مشہور برادری کے ایک فرد فرید ہیں جسے جمعیت پنجابی سوداگران کے نام سے یاد کیا جاتا ہے بندہ کی معلومات کی حد تک اس برادری کے زیادہ افراد تو کراچی میں قیام پذیر ہیں اور اس کے بعد لاہور کا نمبر ہے جبکہ بعض دوسرے شہروں میں بھی یہ حضرات آباد ہیں ـــ دراصل اس برادری کے اجداد شمالی پنجاب کے قدیم تاریخی شہروں چنیوٹ، بھیرہ، خوشاب اور پنڈ دادنخان سے تعلق رکھتے تھے۔ رفتہ رفتہ عروس البلاد دہلی کو منتقل ہو گئے ـــ مغل بادشاہوں کے دَور میں جن سعادت مند لوگوں کو دین اسلام قبول کرنے کی سعادت و توفیق نصیب ہوئی ان میں اس برادری کے اجداد بھی تھے۔ اور پھر اس برادری نے تجارت جیسے معزز پیشہ کو اختیار کیا اور خدمتِ خلق کو اپنا شعار بنایا۔ مذہب و اخلاق کی ترویج و اشاعت میں اس برادری کے باحوصلہ اور باکردار لوگوں نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور مرور ایام کے باوجود الحمد للہ یہ سلسلہ جاری ہے۔

مغل بادشاہ شاہ جہاں مرحوم کے مشہور وزیر الشیخ سعد اللہ خاں جنہیں علامی سعد اللہ یا علامہ سعد اللہ بھی کہا جاتا ہے وہ بھی اسی برادری کے اجداد میں سے تھے عام روایات کے مطابق تو وہ چنیوٹ کے باشندہ تھے۔ لیکن فی الحقیقت چنیوٹ کے متصل ایک قصبہ "پنڑائی" کے رہنے والے تھے چنیوٹ کی مسجد شاہی ان کے حوصلہ و دینداری کی زندہ مثال اب بھی موجود ہے۔

(یادِ رفتگان ص۲۱)

فطری نیکی اور دینداری کے سبب ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں اس برادری کے لوگ نمایاں طور پر سامنے آئے اور خاندانی تذکروں کے بقول اس دَور میں چوراہوں میں جو پھانسیاں گاڑی گئیں ان پر اس برادری کے بھی غیور لوگوں کو چڑھایا گیا بلکہ بعض لوگوں کے سروں کی قیمتیں مقرر کی گئیں اور کاروباری

طور پر بہت نقصان پہنچایا گیا ــــ بھر شدھی وسنگھٹن کے فتنہ ارتداد کے زمانہ میں اس برادری کے لوگوں نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور برصغیر کے مدارس اسلامیہ کی سرپرستی ومالی معاونت میں ایک ریکارڈ قائم کیا ــ مشہور عالم تبلیغی جماعت کے ابتدائی دَور سے لے کر اب تک اس برادری کا کردار نمایاں ہے۔ اس برادری کے افراد سنٹرل اسمبلی، صوبائی اسمبلیوں، ضلع بورڈوں اور میونسپل بورڈوں کے ذریعہ خدمت انسانیت میں مصروف رہے۔ مسلم لیگ کے پاکستانی پروگرام میں اس برادری نے نمایاں حصہ لیا۔ اور تقسیم ملک کے بعد بڑا حصہ اِدھر آکر آباد ہوگیا ورنہ اس سے قبل دہلی، کانپور، میرٹھ، کلکتہ وغیرہ میں ان حضرات کے کاروباری مراکز تھے تقسیم کے بعد ڈھاکہ، چاٹگام، کراچی اور لاہور وغیرہ ان کے مراکز قرار پائے اور سقوط ڈھاکہ کے بعد یہ حضرات ادھر منتقل ہوگئے اور اب بھی بحمد اللہ کاروباری مشاغل کے ساتھ ساتھ تبلیغی محنت، قرآنی خدمت اور خدمتِ خلق میں مصروف عمل ہیں۔

(تفصیلات یادرفتگان ص ۱۱/۱۲)

جیسا کہ عرض کیا گیا حاجی متین احمد صاحب اس برادری کے فرد ہیں احقر ان کے نام سے واقف تھا اور اس واقفیت کا سبب حضرت اقدس رائے پوری قدس سرہٗ ہی تھے کہ وہ یہاں قیام پذیر ہوتے۔ لیکن انہیں دیکھنے یا ان سے ملنے کا موقعہ نہ مِلا تھا۔ احقر اپنی چھوٹی عمر میں پہلی مرتبہ لاہور اس وقت حاضر ہؤا جب حضرت الامام مولانا احمد علی لاہوری قدس سرہٗ کا انتقال ہؤا۔ لاہور حاضری کا مقصد صرف حضرت والا کے جنازہ میں شرکت تھی۔ رمضان کا مہینہ تھا اس لئے جلدی واپسی ہوگئی۔ حضرت رائے پوری رحمہ اللہ تعالیٰ کے جنازہ میں شرکت کی سعادت سرگودھا حاصل ہوئی بندہ وہاں زیر تعلیم تھا حضرت کا جنازہ لاہور سے براستہ فیصل آباد سرگودھا ڈھڈیاں گیا اور وہاں تدفین ہوئی۔ اس کے بعد وقتاً فوقتاً لاہور آنا ہوتا رہا لیکن جماعتی مشاغل ہوتے تھے ان سے فارغ ہوتے واپس چلے گئے تا آنکہ ۱۹۷۴ء کے اواخر میں مخدومی حضرت مولانا عبید اللہ انور زید مجدہم کی ذاتی خواہش پر والد بزرگوار مولانا محمد رمضان علوی کے حکم سے لاہور آگیا۔ پھر ملاقات کسی تقریب کا اہتمام نہ ہو سکا اس لئے حاجی صاحب سے ملاقات نہ ہوئی۔ ابھی دو تین ماہ قبل حضرت اقدس رائے پوری کے خواہرزادہ عم محترم مولانا عبد الوحید صاحب ڈھڈیاں سے لاہور تشریف لائے مقصد ڈھڈیاں شریف کے سالانہ جلسہ کے سلسلہ میں علماء سے وقت لینا اور اشتہار کی تیاری تھی۔ میرے بزرگوں کو میری ملاقات کے لئے بڑی زحمت اُٹھانا پڑتی ہے سماجی مصروفیات نے احقر کا نظام زندگی اتنا متاثر کیا ہے کہ توبہ بھلی ــــ میرے علمی مشاغل تک متاثر ہو رہے ہیں۔ میرا اللہ مجھے معاف کرے اور ان حضرات کو جو زحمت اٹھانا پڑتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کا انہیں بہترین اجر دے۔ اب کے ایسا ہوا کہ احقر بے حد مصروف تھا حضرت مولانا عبد الوحید صاحب حاجی صاحب کی معیت میں احقر کی مسجد واقع شاہ جمال کالونی اور دفتر واقع دروازہ شیرانوالہ ہر جگہ تشریف لے گئے لیکن ملاقات کی سعادت مجھے نصیب نہ ہو سکی۔ ان کی ہدایت اور پیغام کے مطابق اگلی صبح محترم سیدی نفیس شاہ صاحب مجاز حضرت رائے پوری رحمہ اللہ تعالیٰ کے یہاں واقع کریم پارک حاضر ہؤا پُر تکلف ناشتہ کا دسترخوان بچھا تھا اس خوان نعمت میں احقر بھی شریک ہؤا پھر کل کی غلطی کی اصلاح کی غرض سے مولانا عبد الوحید صاحب کی معیت میں "القادر" پہنچا، حاجی صاحب سے ملاقات ہوئی پرانے بزرگوں والی روایات، سراپا خلوص ومحبت، بڑی عنایت سے مِلے، میں نے کل کے سلسلہ میں بارہا معذرت چاہی لیکن اُدھر سے مسلسل شفقت اور معصوم تبسّم ــــ جب سے ان سے نیاز مندی کا رشتہ قائم ہؤا اور دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے مسلسل قائم رکھے ــــ مجھے یہ تو معلوم تھا کہ وہ حضرت رائے پوری قدس سرہ کے انتہائی عزیز خادم اور محبوب مرید وارادت کیش ہیں۔ اُس کے ساتھ ہی مجھے بعض ذرائع سے معلوم ہو چکا تھا کہ حضرت محدث عصر برکت زمن مولانا محمد زکریا قدس سرہٗ سے بھی ان کا بے پناہ تعلق ہے ــــ ان کے والد گرامی جناب محترم الحاج رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ (متوفی ۲، دسمبر ۱۹۵۲ء صبح ساڑھے چار بجے بحالت نماز تہجد) کے متعلق بھی مولانا عبد الوحید صاحب سے معلوم ہو چکا تھا کہ وہ دار العلوم دیوبند، مظاہر العلوم سہارنپور اور متعدد مدارس کی

شوریٰ کے ممبر، بعض کے سرپرست، خازن وغیرہ تھے انتہائی مخیر، فیاض اور دیندار ــــ جمعیت پنجابی سوداگران کے بزرگوں کے تذکرہ پر مشتمل جو کتاب یادرفتگان کے نام سے شائع ہوئی ہے اس کے ص ۲۵۹ سے ص ۲۶۷ تک مرحوم کا تذکرہ ہے ــــ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ۱۹۳۳ء میں لندن گول میز کانفرنس میں مسلم لیگی نمائندہ کے طور پر شریک رہے۔ دہلی میونسپلٹی کے دس سال ممبر اور اس دَوران سنیئر وائس پریذیڈنٹ رہے۔ انجمن وکیل قوم پنجابیاں کے نائب صدر اور پھر صدر رہے۔ فتح پوری دہلی مسلم ہائی سکول کے سیکرٹری۔ جامع مسجد دہلی اور فتح پوری مسجد کی انتظامی کمیٹیوں کے رکن۔ دیوبند، سہارنپور، مدرسہ امینیہ دہلی اور مدرسہ دار الاسلام میرٹھ کی شوریٰ کے رکن، مدرسہ مظاہر العلوم کے سرپرست اور خازن، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کورٹ کے رکن، دہلی یونیورسٹی کونسل کے رکن، آل انڈیا مسلم لیگ کونسل کے رکن، چاٹگام چیمبرز آف کامرس کے بانی صدر، چاٹگام کے اعزازی مجسٹریٹ، چاٹگام پورٹ کمیشن کے رکن اور چاٹگام میونسپلٹی کے ممبر رہے۔ اس خاندان کا ایمونیشن کا کاروبار تھا اور بہت پھیلا ہوا ــــ ہندوستان میں الٰہی بخش اینڈ کمپنی کے نام سے مسلمانوں کے اس کاروبار کی واحد فرم تھی باقی کاروباری انگریز وغیرہ تھے۔ ہندو اس کاروبار میں بڑی دیر سے آیا۔ اغلباً مذہبی طور پر اسے اس سے دلچسپی نہ تھی اور جب آیا تو اس کے مقاصد سیاسی زیادہ تھے جن کی تفصیل کا یہ وقت نہیں ــــ ان حضرات کا کاروبار میرٹھ دہلی، کلکتہ اور اس کے بعد ڈھاکہ چٹاگانگ رہا ــــ جبکہ اب کراچی وغیرہ ہے ــــ ان مختلف مناصب اور کاروباری ذمہ داریوں کے ساتھ حاجی رشید احمد صاحب مرحوم کا بیعت کا ابتدائی تعلق حضرت قطب الاقطاب مولانا رشید احمد گنگوہی قدس اللہ سرہ العزیز سے تھا حضرت والا کے بعد زبدۃ المحدثین حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمہ اللہ تعالیٰ سے تعلق ہوا ان ہر دو حضرات کے علاوہ اعلیٰ حضرت رائے پوری، حضرت شاہ عبد الرحیم صاحب، حکیم الامت تھانوی، حضرت شیخ الہند حضرت شیخ الاسلام مدنی، حضرت شاہ عبد القادر رائے پوری رحمہم اللہ تعالےٰ سمیت اس "حلقہ عشاق" کے ہر فرد سے انتہائی مخلصانہ تعلق تھا ــــ اپنی بزرگانہ عظمت کے سبب بعض سے برابری کے بعض سے بزرگی کے، اور حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب قدس سرہ کے والد بزرگوار مولانا محمد یحییٰ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ چونکہ حضرت گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ کے عزیز ترین شاگرد، خادم اور مرید تھے اس لئے حاجی صاحب سے ان کی بہت یاد اللہ تھی اور مجھے بڑے ذمہ دارانہ طریق سے یہ روایت پہنچی کہ مولانا محمد یحییٰ نے دم واپسیں حاجی صاحب سے فرمایا کہ "زکریا" کا خیال رکھنا۔ حضرت اقدس شیخ الحدیث آپ بیتی کے ص ۱۷۳ پر فرماتے ہیں:۔

مہمان بالخصوص خصوصی اور اہم یا محض اجنبی آنے والوں سے یہ سوال کہ کیا نظام سفر ہے یا کب تک قیام ہے؟ ایک مستقل معمول ۱۳۴۵ھ سے ہے اور یہ چیز میں نے میرٹھ کے اکابر سے سیکھی تھی۔ عالی جناب الحاج فصیح الدین صاحب ان کے چھوٹے بھائی الحاج وجیہ الدین صاحب اور میرے محسن، میرے والد صاحب کے مخلص دوست، میرے حضرت مرشدی نور اللہ مرقدہٗ کے بڑے مخلص خادم الحاج شیخ رشید احمد صاحب نور اللہ تعالیٰ مرقدہٗ جن کے متعلق محاسن وخوبیوں کا بہت ہی بڑا دفتر چاہیئے، مختصر یہ کہ ان کے وصال کے بعد جب حضرت اقدس مولانا الحاج عبد القادر صاحب رائے پوری نور اللہ تعالیٰ مرقدہٗ چاٹگام تشریف لے گئے اور ان کے مزار پر پہنچے تو واپسی میں مجھ سے بلاواسطہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا کہ میں تو شیخ جی کو اتنا اونچا نہیں سمجھتا تھا، یہ تو معلوم تھا کہ سب اکابر سے خصوصی تعلقات رہے مگر مزار پر پہنچ کر اسقدر انوار و برکات دیکھے کہ میں حیران رہ گیا۔ میرے اکابر ابرار بعد حضرت اقدس سہارنپوری، حضرت اقدس تھانوی، میرے والد صاحب، میرے چچا جان حضرت مولانا محمد الیاس صاحب نور اللہ تعالیٰ مراقدہم، ہر ایک سے اس قدر محبانہ اور محبوبانہ تعلق تھا........

گویا جاہ ومنصب، کاروباری وسعت، کے باوجود اکابر سے تعلق، یاد الٰہی، خدمت خلق کا سلسلہ قائم تھا اس لئے اللہ تعالےٰ

نے اس خاندان کے ہر معاملہ میں برکت دی اور بحمد اللہ تعالیٰ اب بھی یہ گلستان خوب رنگ بہاراں دکھلا رہا ہے اللہ تعالیٰ نظر بد سے بچائے۔

حاجی رشید صاحب مرحوم مولانا محمد الیاس صاحب قدس سرہ کے ابتدائی دَور کے ساتھی تھے اور تبلیغی تحریک کی ابتدا میں جن احباب نے جان جوکھوں میں ڈال کر مولانا کا ساتھ دیا اس میں آپ کا نام سرفہرست تھا۔ ان اکابر و اسلاف کے تعلق نے مرحوم کی اولاد پر گہرا اثر ڈالا اور حضرت مولانا خلیل احمد صاحب کی برکت سے حاجی متین احمد صاحب نے اپنی معاشرت جو بحمد اللہ پہلے بھی بہت حد تک سنت کے مطابق تھی، مزید درست کر لی اور اس پر وہ بجا طور پر فخر کرتے ہیں۔ ان بزرگوں کا بھی اس خاندان سے بڑا تعلق تھا جس کا اندازہ اس بات سے ہو سکتا ہے کہ ۱۹۳۳ء یا ۱۹۳۴ء میں حاجی متین احمد صاحب کی ۱۱ سالہ ہونہار بچی کا انتقال ہوا تو حضرت مولانا محمد الیاس دو مرتبہ تعزیت کے لئے تشریف لائے۔

حاجی متین احمد صاحب نے اپنے والد صاحب مرحوم کے بعض واقعات بڑے مزے کے سنائے مثلاً یہ کہ ۲۰ء میں پہلی مرتبہ مرحوم نے پورے خاندان سمیت سفر حرمین اور حج کی سعادت حاصل کی۔ پہلی جنگ عظیم ہنوز ختم ہوئی تھی پوری دنیا جنگ کی تلخیوں سے زہر ناب تھی، سفر کٹھن اور مشکل تھا لیکن اپنے رب کے آستانہ پر حاضری کا شوق تھا جو چین نہیں لینے دیتا تھا۔ سب خاندان کو لے کر چل کھڑے ہوئے خود تھے ہماری دادی اماں تھیں والدہ محترمہ تھیں ہم تین بھائی اور ہماری چھ ماہ کی ہمشیرہ۔ شریف صاحب کی حکومت تھی۔ جہاز کا سفر تکلیف دہ، جدہ معمولی شہر، حجاز میں لوٹ مار، پھر جولائی کی شدید گرمی، لیکن والد صاحب کا خلوص تھا کہ سفر بھی خوب کٹا اور بقول والدہ محترمہ ایک پیالہ یا کٹورا ضائع نہ ہوا۔ بقول حاجی صاحب اس سال کل مجمع ۱/۲ ہزار تھا۔ اس دَور میں چاروں ائمہ کے مقلدین کے لئے الگ مصلّے تھے۔ رمضان کا چاند جہاز میں نظر آ چکا تھا ۱۲ روزے بھی جہاز میں ہوئے —

قاری عبد اللطیف صاحب مظاہری مولانا عبد المؤمن دیوبندی اور حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی جیسے حضرات کی اقتدا میں تراویح کا موقعہ ملا۔ بقول حاجی متین احمد صاحب ان میں سے اول الذکر دو بزرگ میرے استاذ بھی ہیں کہ اسی سفر میں متفرق طور پر ان سے ۳/۴ پارے حفظ کئے۔ جدہ سے مکہ معظمہ دو دن رات میں اونٹ سے پہنچنا ہوا ادھر مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ ۱۵/۱۶ دن کا اونٹ کا سفر تھا اس لئے براہ جدہ مدینہ طیبہ جانا ہوا۔ جدہ سے پورٹ ینبوع البحر تک ہفتہ میں ایک جہاز جاتا وہاں سے ۱/۲ دن پھر اونٹ کا سفر اس طرح دیارِ حبیب پہنچے اور بیس دن تک اور وہاں کا قیام نصیب ہوا۔

حاجی صاحب کا کہنا ہے کہ ہر جمعرات کو روضۂ انور کی اندرونی جالیوں کی صفائی ہوتی ۶ ماہ یا اس سے کم عمر کے بچے خدام کے ذریعے برکت کے طور پر اندر لے جائے جاتے۔ اللہ تعالیٰ نے ہماری کم سن ہمشیرہ کو بھی یہ سعادت نصیب فرمائی۔ حضرت شیخ الاسلام مولانا مدنی کے برادر بزرگ حضرت اقدس مولانا سید احمد رحمہ اللہ تعالیٰ مہتمم مدرسۃ الشرعیہ کے توسط سے باب جبریل کے سامنے ہی مکان ملا تھا جس سے بہت آرام رہا۔ یہ قافلہ ذی قعدہ کی ابتدا میں مکہ معظمہ آ گیا۔ ارکان حج سے فارغ ہو کر ذوالحجہ کے اواخر میں واپس چلے اور ٹھیک ۱۰ محرم کو بمبئی اترے — حاجی صاحب کا کہنا ہے کہ وہاں پہلی مرتبہ تعزیہ وغیرہ کی خرافات نظر پڑیں۔

جیسا کہ عرض کیا گیا حاجی رشید احمد صاحب مرحوم مجدد التبلیغ حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کے ابتدائی دَور کے ساتھی تھے اس لئے ان کے اعزہ خاص طور پر صاحبزادگان اس تحریک سے وابستہ تھے اور رجب ۳۵ء میں حاجی متین احمد صاحب بغرض کاروبار دہلی سے کلکتہ آ گئے تو دہلی کے قیام کے زمانہ میں نظام الدین سے جو گہری وابستگی تھی وہ نہ رہی تاہم کلکتہ میں بھی کام شروع ہو چکا تھا۔ کولوٹولہ کی تاجر برادری پیش پیش تھی۔ ہسپتال والی مسجد مرکز تھی وہاں کام ہوتا تھا۔ حضرت والد صاحب مرحوم نے حاجی متین احمد صاحب کو روزانہ خط لکھنے کی ہدایت فرما رکھی تھی اور خود بھی اہتمام سے روزانہ خط لکھتے — حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کے سانحہ ارتحال کی خبر وہیں ملی بقول حاجی متین احمد صاحب بیان کے دَوران ہی میں نے اطلاع کی حاجی ارشد صاحب مرحوم (محکمہ فون) شہید تقریر فرما رہے تھے انہوں نے تعزیت کے ساتھ ساتھ حضرت ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وہ ایمان افروز خطبہ دہرایا جو آپ نے سرور کائنات فخر دو عالم محمد عربی علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے سانحہ ارتحال پر ارشاد فرمایا تھا اس خطبہ سے حاجی ارشد صاحب مرحوم کے ایمانی عزائم کا پتہ چلا۔ ساتھیوں کو حوصلہ ہوا اور کام کی لگن مزید بڑھی۔

حاجی رشید احمد صاحب مرحوم نے متحدہ ہندوستان کا آخری حج ۴۵ء میں کیا ۴۶ء میں حاجی متین احمد صاحب تشریف لے گئے واپسی پر بقول حاجی صاحب والد بزرگوار نے رائے پور جانے کا فرمایا لیکن افسوس اس وقت ایسا نہ ہو سکا، سفر حج سے واپسی پر بغرض کاروبار جلد ہی کلکتہ جانا پڑا اور ۴۸ء میں کلکتہ سے ڈھاکہ منتقل ہو گئے۔ کاروبار ڈھاکہ بھی تھا چٹاگانگ بھی۔ ہیڈ آفس چٹاگانگ تھا۔ حضرت والد صاحب وہیں تھے جبکہ حاجی متین احمد صاحب ایک بھائی سمیت ڈھاکہ ۵۲ء میں ان کے انتقال کے بعد ان کی ۴۶ء والی بات ذہن میں ابھرنے لگی اور حضرت رائے پوری کی طرف رجحان بڑھنے لگا۔

میرے سوال پر حاجی صاحب نے بتلایا کہ اپنی طالب علمی سہارنپوری کے زمانہ میں حضرت رائے پوری کی زیارت سہارنپور کئی مرتبہ ہوئی حضرت مدنی اور حضرت رائے پوری اور حضرت شیخ کے تعلقات کی دنیا میں کم ہی مثال ملتی ہے ان حضرات کی آمد پر اتنا اہتمام ہوتا کہ ہمیں تعجب ہوتا — اب ۵۴ء یا ۵۵ء میں حضرت رائے پوری کے ڈھاکہ تشریف لانے پر ان سے باقاعدہ تعلق ہو گیا الحمد للہ علیٰ ذالک۔ حضرت رائے پوری قدس سرہ سے متعلق کسی دوسرے وقت پر باتیں ہوں گی — اس وقت حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کے متعلق چند گذارشات مطلوب ہیں۔

حضرت شیخ الحدیث سے تعلقات کی بنیادیں جیسا کہ عرض کیا گیا یہ ہیں کہ ایک تو حاجی صاحب کے والد اور حضرت شیخ کے والد مرحومین حضرت قطب الاقطاب گنگوہی قدس سرہ کے خادم تھے پھر حاجی صاحب کے والد حضرت مولانا خلیل احمد صاحب کے مرید تھے اور حضرت شیخ بھی اسی آستانہ کے فیض یافتہ! حاجی صاحب کے والد اور شیخ کے والد آپس میں گہرے دوست تھے یہ خاندان مدارس اور ارباب مدارس کا خادم تھا۔ میرٹھ دہلی وغیرہ میں ان کے گھر اکابر کا مسکن تھے۔ حاجی صاحب کا تعلیمی وقت سہارنپور گذرا تھا، چند در چند بنیادیں تعلقات کی تھیں اور حضرت شیخ الحدیث کی قدر دانی کا یہ عالم تھا کہ حاجی متین احمد صاحب کو لکھا کہ آپ کو دعا کے لئے مجھے لکھنے کی ضرورت نہیں آپ کے والد کے اتنے احسانات ہیں کہ بغیر کہے لکھے ہر وقت آپ کے لئے اور آپ کے خاندان کے لئے دعا کرتا ہوں۔

حاجی صاحب نے حضرت شیخ الحدیث اور اپنے شیخ و مربی حضرت شاہ عبد القادر صاحب کے تعلقات باہمی کے ضمن میں بتلایا کہ ایک موقعہ پر حضرت شاہ زاہد حسن صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ جو اعلیٰ حضرت شاہ عبد الرحیم رائے پوری قدس سرہ کے بہت صاحب تعلق تھے کہ گاؤں بہٹ حضرت شاہ عبد القادر صاحب نے شام کا کھانا تناول فرمایا — معمول یہ تھا کہ رائے پور سے سہارنپور آتے ہوئے یا سہارنپور سے رائے پور جاتے ہوئے بہٹ میں ضرور قیام ہوتا۔ شاہ زاہد حسن صاحب مرحوم کی مختلف النوع مصروفیات تھیں۔ کبھی ایسا بھی ہوتا کہ وہ گھر پر نہ ہوتے لیکن گھر کے چھوٹے بڑے سبھی خادم تھے اسی لئے ان کی عدم موجودگی سے کچھ فرق نہ پڑتا اور جب اپنی بے تکلفی کے سبب حضرت شیخ الحدیث محسوس فرماتے کہ شاہ زاہد حسن صاحب نے اہتمام نہیں کیا تو ذکر بھی فرما دیتے لیکن شاہ صاحب تھے کہ اس سے اور مزے لیتے اور ان کی خوشیاں دوچند ہو جاتیں۔ ایک مرتبہ حضرت اقدس رائے پوری نے بیماری کے سبب رمضان شریف رائے پور کے بجائے سہارنپور گذارا کیونکہ علاج معالجہ کی یہاں سہولت تھی۔

قیام سہارنپور میں "بہٹ ہاؤس" میں تھا جو شاہ زاہد حسن کا مکان تھا ان کے صاحبزادے شاہ مسعود حسن صاحب حضرت رائے پوری کے بڑے مخلص خادم ہیں، وہی تراویح میں قرآن سناتے اور حضرت رائے پوری شدید علالت کے سبب ضعف کے کونہ پر چارپائی پر ہی نماز میں شریک ہوتے۔ حضرت کے ایک بڑے مخلص خادم نے عشاء کی نماز میں کھڑے کھڑے جب کہ سلام کا وقفہ تھا کسی سے مذاق کر دیا اور ہنس پڑے۔ حضرت شیخ الحدیث کا ذوق تربیت ایک

مخلص و محسن جراح کا تھا اس لئے انہیں زور سے طمانچہ مارا لیکن صاحب آپ حیران ہوں گے کہ وہ صاحب طمانچہ کھا کر ٹبرا تو کیا مانتے ممنون ہوئے کہ ان کی اصلاح ہو گئی۔ حاجی صاحب کے ذخیرہ میں چند خطوط بھی محفوظ ہیں جن میں سے ۴ گرامی نامے تو حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ کے اپنے قلم مبارک سے ہیں تو چار دوسرے مولوی حبیب اللہ صاحب کے قلم سے۔ جبکہ دو گرامی نامے حضرت امیر تبلیغ مولانا محمد یوسف کاندھلوی قدس سرہٗ کے ہیں ایک آپ کے اپنے قلم سے دوسرا مولوی احسان صاحب رائیونڈ والوں کے قلم سے جبکہ مولوی احسان صاحب نظام الدین دہلی مقیم تھے۔

حضرت شیخ کے اپنے قلم سے جو مکاتیب ہیں ان میں سے ایک پر ۷ ربیع الاول ۸۲ھ کی تاریخ ہے۔ دوسرا اسی سال ۱۱ ربیع الاول کا ہے تیسرا (کارڈ) اسی سال ۶ ربیع الاول کا ہے چوتھے پر تاریخ درج نہیں اور نہ ڈاکخانہ کی مہر پڑھی جاتی ہے لیکن مضمون سے قریبی تاریخوں کا ہی پتہ چلتا ہے۔ کیونکہ سب کا تعلق حضرت رائے پوری قدس سرہٗ کی آخری بیماری سے ہے جب آپ لاہور میں مقیم تھے۔

مولوی حبیب اللہ صاحب کے قلم سے جو خطوط ہیں وہ سب ۱۳۹۱ھ کے ہیں ایک ۲۹ شوال کا باقی تینوں ذیقعدہ کے۔ یعنی ۱۱، ۱۶ اور ۲۳ ذیقعدہ کے، اور حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کا اپنا قلمی مکتوب ۲۱ ربیع الاول ۸۴ھ کا ہے جو حضرت رائے پوری قدس سرہٗ کی تعزیت سے متعلق ہے جبکہ مولوی احسان صاحب کے قلم سے جو خط ہے اس پر ۲۸ ربیع الثانی ۸۲ھ کی تاریخ ہے وہ بھی حضرت اقدس رائے پوری سے متعلق ہے۔ یہ خطوط کسی وقت پیش کئے جائیں گے ——— یہاں ہم حرف آخر کے طور پر یہ عرض کرنا چاہتے ہیں کہ ان سطور کا مقصد یہ تھا حاجی متین احمد صاحب جو جمعیت پنجابی سوداگران کے اہم فرد ہیں ان کے خاندان کا مختصراً تعارف ہو جائے تا کہ برادری کی نئی نسل کو معلوم ہو سکے کہ ہمارے اجداد کتنے بڑے لوگ تھے کہ انہیں تجارت اور جاہ و منصب کے ساتھ اپنے اپنے دور کے انتہائی قابلِ احترام بزرگوں سے نسبت حاصل تھی اور اس گنہگار کے خیال میں ان کے دنیوی جاہ و منصب کا راز اسی میں تھا ——— یہ بات بہر طور خوشی کی ہے کہ اس برادری میں بہت حد تک پرانی روایات زندہ ہیں جمعیت تعلیم القرآن کے تحت کراچی سے پشاور و سوات تک سینکڑوں مدارس کام کر رہے ہیں۔ تبلیغی جماعت میں متعدد بزرگ و نوجوان لگے ہوئے ہیں۔ حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ سمیت متعدد بزرگوں سے برادری کے ارکان کی نسبت ہے یہ سلسلہ خیر رواں رہنا چاہئے تا کہ خیر و برکت کے ساتھ گاڑی چلتی رہے ——— یقین کریں کہ کوئی طبقہ یا برادری جب محض تمدن نو کا شکار ہو کر رہ جائے اور اجتماعی نیکی کے کاموں سے کنارہ کش ہو جائے تو پھر عقبیٰ کے ساتھ ساتھ دنیا کا خسران لازمی ہو جاتا ہے ——— اللہ رب العزت اپنے کرم سے برادری کے اکابر و اصاغر کو اپنے عظیم اجداد کے نقشِ قدم پر چلائے۔

ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد

شریعت کے خلاف چلنا

قدوۃ اہل اللہ حضرت ابو علی رودباری قدس سرہٗ کو عرض کیا گیا کہ حضرت! ایک شخص ملاہی (آلاتِ موسیقی اور گانا) سنتا ہے اور وہ کہتا ہے کہ یہ میرے لئے حلال ہے کیونکہ میں اس درجہ تک پہنچ گیا ہوں کہ "اختلافِ احوال" میرے دل پر اثر انداز نہیں ہوتے۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا کہ ہاں! تحقیق وہ پہنچ چکا ہے لیکن جہنم میں پہنچ چکا ہے۔ (مکتوبات معصومیہ مکتوب ۱۱۰ دفتر ا)

حضرت سیدنا و مولانا امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ جو باتیں شریعت نے منع کی ہیں انہیں "زہر قاتل" جاننا چاہئے۔ (از مکتوب ۸۱ دفتر دوم)

نیز آپ نے فرمایا کہ دوسری نصیحت شریعت پر استقامت حاصل کرنے کے بارے میں ہے۔ اپنے "احوال" کو اصولِ شرعیہ کے مطابق درست رکھیں۔ اللہ تعالیٰ اپنی پناہ میں رکھیں اگر کسی قول اور فعل میں شریعت کے خلاف کوئی بات پیدا ہو تو اس میں اپنی خرابی سمجھنی چاہئے۔ "استقامت والے بزرگوں" کا یہی طریقہ ہے۔ (از مکتوب ۸۱ دفتر دوم)

حضرت سیدنا خواجہ محمد معصوم سرہندی قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ کوئی شخص کسی وقت شریعت سے مستغنی نہیں ہو سکتا۔ اس لئے شرعی اوامر و نواہی پر عمل کئے بغیر چارہ نہیں ہے۔ (از مکتوب ۲۰۶)

محمد شفیع عمر الدین
میر پور خاص

تعارف و تبصرہ

تبصرہ کے لئے کتاب کی دو جلدیں دفتر میں ضرور بھیجئے۔ (مدیر)

انجمن ارشاد المسلمین کے رسائل

اس وقت ملک میں انجمنوں، جمعیتوں اور تنظیموں کی کوئی کمی نہیں گویا ایک فصل ہے جو اُگ رہی ہے لیکن ان کا مقصد؟ اس پر گفتگو کرنا بے سود ہے تاہم بعض انجمنیں ایسی ضرور ہیں جن کی زندگی کے مقاصد بڑے واضح ہیں ان میں ایک انجمن ارشاد المسلمین ۶۔بی شاداب کالونی حمید نظامی روڈ لاہور ہے جس نے اپنے مختصر عرصۂ حیات میں فتنہ رضا خانیت کے قلع قمع اور توڑ کے لئے انتہائی جاندار، ٹھوس اور مثبت کام کر کے ایک دنیا کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیا۔ انجمن نے رضا خانی حضرات کی بعض نایاب کتب حوالہ کے عکس شائع کئے۔ اکابر اہلسنت قدس سرہم کی کتابیں جدید مقدمات کے ساتھ شائع کیں اور بعض مسائل پر نیا لٹریچر پیش کیا۔

اس وقت ہمارے سامنے حضرت اقدس تھانوی کی مشہور کتاب "حفظ الایمان" ہے جس کی بعض عبارات میں قطع و برید کر کے خانصاحب بریلوی نے حضرت کے خلاف فتویٰ کفر حاصل کیا۔ "حفظ الایمان" کے صحیح ترین نسخہ کے ساتھ "بسط البنان" شامل ہے جس میں ایک مکتوب کے ضمن میں حضرت نے بعض اعتراضات کا شافی اور مسکت جواب دیا۔ اور آخر میں بعض دینی خیر خواہوں کی درخواست پر حفظ الایمان کی عبارات میں تبدیلی کی تفصیل ہے۔ جس کے بعد اہل تکفیر کا منہ بند ہونا ضروری تھا لیکن ان کا اصل مسئلہ شکمی تھا تحقیقی نہیں۔ اس لئے اب تک وہ اپنی حرکات کا ارتکاب کر رہے ہیں۔ انجمن کے ارباب حل و عقد نے حضرت تھانوی کی سوانح (مختصراً) اور حضرت تھانوی سے میدان مناظرہ میں مولوی احمد رضا خاں کے فرار کی داستان کے ساتھ ساتھ بعض اور ضروری چیزیں بڑی خوبی سے مقدمہ میں ذکر کر دی ہیں جس سے کتاب کی اہمیت میں کئی گنا اضافہ ہو گیا ہے۔

اس وقت دوسرا رسالہ "الدلائل القاہرہ" ہے جو درحقیقت مولوی احمد رضا خان کے اس فتوے تکفیر پر مشتمل ہے جو انہوں نے مسلم ایجوکیشنل کانفرنس اور اس کے لیڈروں کے خلاف جاری کیا تھا۔ اس کے حواریوں نے بعینہ یہ فتویٰ ۱۹۴۲ء میں مسلم لیگ پر چسپاں کر کے بانی پاکستان اور ان کے ساتھیوں کی تکفیر کی ——— اس فتوے پر صنادید رضا خانیت میں سے ۸۰ حضرات کے دستخط ہیں۔ پھر ساتھ ہی سید محمود احمد رضوی چیئرمین رویت ہلال کمیٹی کے ابا حضور مولوی ابوالبرکات سید احمد قادری کا بانیٔ پاکستان اور مسلم لیگ کی تکفیر میں ایک مفصل فتویٰ شامل ہے۔

یہ کتاب حوالہ بڑے معرکہ کی ہے اور ان لوگوں کی قلعی کھولنے کو کافی ——— جو آج کل پاکستان اور تحریک پاکستان کے حوالہ سے اپنا قد اونچا کر رہے ہیں ——— انجمن اس کتاب حوالہ کی اشاعت پر مستحق تبریک ہے۔

تیسری کتاب "بریلوی فتوے" نامی کتاب کی تلخیص ہے۔ یہ کتاب دارالعلوم دیوبند کے مبلغ مولانا نور محمد صاحب کی کاوش کا نتیجہ ہے۔ جس میں

انہوں نے بڑی محنت سے ان تمام فتووں کو یکجا کر دیا ہے، جو اعلیٰ حضرت بریلوی اور ان کی ذریت نے مختلف افراد اور جماعتوں کے خلاف وضع کیے — اس کتاب کو بڑی مقبولیت حاصل ہوئی کہ رضاخانیت کا چہرہ ظاہر کرنے کو یہ کتاب اپنی مثال آپ ہے۔ انجمن نے اس کی تلخیص بڑی خوبصورتی کے ساتھ شائع کی ہے۔

چوتھی کتاب کا نام ہے ایک مناظرہ جو نہ ہو سکا۔ انجمن کے سرپرست اور ایک فاضل عالم مولانا عبدالرشید چشتی صابری اور بریلوی مکتب فکر کے "نامور عالم" مفتی غلام سرور قادری جنہیں آج کل سرکار دربار میں بڑا مقام حاصل ہے، کے درمیان ایک مناظرہ کے ضمن کی خط و کتابت اور مجلس شرائط کی گفتگو کی دلچسپ داستان اس رسالہ میں شامل ہے جسے پڑھ کر آپ کو مفتی قادری صاحب جیسے مایہ نازسپوت کی علمی حقیقت سے آگاہی ہو سکے گی۔ اور اندازہ ہو سکے گا کہ اپنے اسلاف کی طرح قادری صاحب نے کس طرح پینترے بدلے اور پھر کس طرح مناظرہ سے فرار کی راہ اختیار کی۔

ہر کتاب و رسالہ ظاہری اعتبار سے بڑا خوبصورت ہے قیمت علی الترتیب ۱۲/-، ۶/-، ۹/- اور ۹/- روپے ہے۔ ہر سنی کارکن کو چاہیئے کہ ان کتابوں کو اپنے پاس رکھے۔ اور بھرپور استفادہ کرے۔

قوالی کی شرعی حیثیت

حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی قدس سرہٗ کا یہ رسالہ اپنے موضوع پر بڑا وقیع اور شاندار ہے اس کا تیسرا ایڈیشن ۱۹۰۹ء میں مشہور مطبع مجتبائی سے شائع ہوا۔ جس کا عکس مکتبہ قاسمیہ ۱۷ - اردو بازار لاہور نے خوبصورتی کے ساتھ چھاپ دیا ہے اس مشہور و معروف مسئلہ پر حضرت تھانوی جیسے مصلح و حکیم الامت کے خیالات فیصلہ کن حیثیت رکھتے ہیں۔ قیمت ساڑھے چار روپے صرف۔ مکتبہ قاسمیہ نے اس نادرہ روزگار صحیفہ کو شائع کر کے احسان کیا ہے۔

تعلیمات شاہ احمد رضا خاں بریلوی

بریلوی مکتب فکر کے بانی و مؤسس جناب احمد رضا خاں بریلوی عجیب مزے کے آدمی تھے۔ ایک طرف ان کا حال یہ تھا کہ وہ اپنے اور اپنے دو ایک معتقدین کے سوا دنیا میں کسی کو مسلمان نہ سمجھتے تھے۔ دوسری طرف بدعات و خرافات اور شکمی مسائل سے انہیں ایسی دلچسپی تھی کہ توبہ بھلی —— اس کا اندازہ ان کے "وصایا شریف" سے ہوتا ہے کہ مرتے مرتے بھی کھانے پینے کا مزے لے کر ذکر کیا —— تاہم ان کا ایک روپ یہ بھی تھا کہ جن مسائل کی بنیاد پر انہوں نے ہر فرد اور ادارہ و جماعت کو تکفیر کی سان پر کھینچا۔ انہی مسائل میں بذات خود کبھی کبھار ایسی باتیں لکھ جاتے ہیں کہ آں جناب کا اپنا کفر گویا اپنی ہی زبان و قلم سے ظاہر ہونے لگتا ہے —— کیونکہ مثلاً" اگر دوسرا کوئی شخص انبیاء علیہم السلام کو بشر کہنے کے سبب کافر ہوتا ہے تو اعلیٰ حضرت اور ان کے حواری کیوں نہ ہوں گے؟ فتویٰ کا معیار تو سب کے لئے یکساں ہے لیکن اعلیٰ حضرت دوسروں کی تکفیر کرتے اور خود اسی کا اظہار کرتے ہیں —— ان کی تعلیمات کا یہ دلچسپ پہلو فاضل مکرم مولانا محمد حنیف یزدانی نے بڑی محنت و کاوش سے مرتب کر کے فاضل بریلوی کی کھری کھری باتوں سے خلق خدا کو آگاہ کیا ہے اور ان کے عقیدت مندوں کے لئے ایک لمحہ فکریہ فراہم کیا ہے —— دیکھیں وہ کیا ردعمل ظاہر کرتے ہیں —— ایک قیمتی رسالہ جس کا ہر فرد کے پاس ہونا ضروری ہے۔ قیمت دس روپے

ملنے کا پتہ۔ مکتبہ نذیریہ۔ مسجد قبا چناب بلاک اقبال ٹاؤن، لاہور

طبی مشورے

براہ راست جواب کے خواہشمند حضرات جوابی لفافہ ضرور بھیجیں۔

حکیم آزاد شیرازی شیرانوالہ گیٹ لاہور نمبر

پاؤں کی لکیریں

س: تقریباً چار سال سے میرے پاؤں میں لکیریں پڑ رہی ہیں پہلے تھوڑی خارش ہوئی پھر پھوڑے بن گئے اور اس کے بعد پھوڑوں کی جگہ لکیریں پڑ گئیں۔ لکیریں ایسی ہیں جیسے کسی نے چھری سے لکیریں لگائی ہوں۔ بہت علاج کیا۔ اب دو سال سے BETNOVATE استعمال کر رہی ہوں۔ ڈاکٹر صاحب نے کہا تھا کہ سوتی جرابیں اور چمڑے کی جوتی پہنیں۔ میں نے وہ بھی کیا لیکن آرام نہیں آتا۔ یہ بیماری سردیوں میں زیادہ ہو جاتی ہے۔ کیونکہ پاؤں خشک ہو جاتے ہیں۔ دوائی لگانے سے نرم ہو جاتے ہیں۔ جب پاؤں خشک ہو جاتے ہیں تو چلنے میں دشواری پیش آتی ہے۔

سب گھر والے میری وجہ سے بہت پریشان ہیں میری عمر چودہ سال ہے اور میں میٹرک کی طالبہ ہوں۔
(عائشہ فیروز، وحدت کالونی ملتان)

ج: پیاری بیٹی! آپ اور آپ کے گھر والے اب بالکل پریشان نہ ہوں اور اللہ کا نام لے کر مندرجہ ذیل علاج شروع کر دیں:-

۱- رتن جوت ایک تولہ باریک پیس کر روغن سرسوں خالص ۵ تولہ میں ہلکی آنچ پر جلا لیں اور محفوظ رکھیں۔

ایک چھٹانک برگ مہندی پیس کر پانی میں بھگو دیں اور اسی میں رتن جوت والا تیل ایک تولہ ملا کر پاؤں پر لگا لیں۔ یہ عمل روزانہ کریں۔

۲- برگ مہندی ۶ ماشہ، رات کو آدھ پاؤ پانی میں بھگو دیں۔ صبح اس پانی میں چینی ملا کر پی لیں۔ یہ عمل بھی روزانہ کریں۔

۳- روزانہ دن میں ایک مرتبہ لیموں کی سکنجبین بنا کر پیا کریں۔

پریشان ہونا چھوڑ کر دوائی شروع کریں۔ ایک مہینہ متواتر علاج کریں اور ایک مہینے بعد اپنی کیفیت سے مطلع فرمائیں۔

جسمانی کمزوری

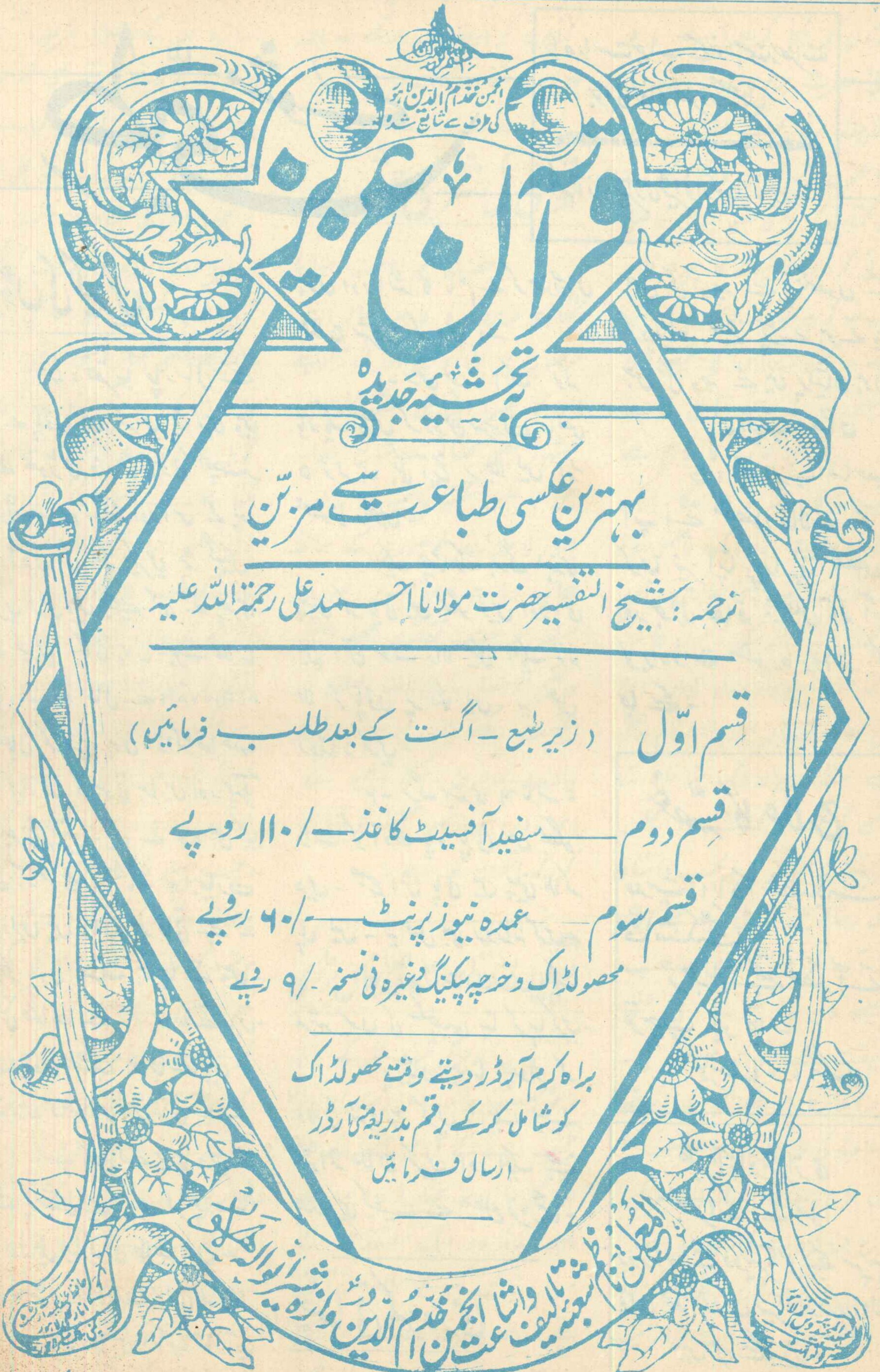
س: مجھے کمزوری ہے جس کی وجہ سے آنکھوں کے گرد سیاہ حلقے پڑے ہوتے ہیں جس کی وجہ سے میں پریشان ہوں
محمد ایوب، ملتان

ج: محمد ایوب صاحب! آپ اپنے مفصل حالات تحریر کریں نیز اپنا پورا پتہ لکھیں۔ اور جوابی لفافہ بھیجیں تاکہ آپ کو براہ راست مشورہ روانہ کیا جا سکے۔

غصہ کا علاج

حدیث: اِذَا غَضِبْتَ فَاسْکُتْ.
ترجمہ: تجھے غصہ آئے تو چپ ہو جا۔
قمر ضیاء، ٹیکسلا

منظور شدہ ۱- لاہور ریجن بذریعہ چھٹی نمبری G/۲۱/۱۶۳۲۱ مورخہ ۳ مئی ۱۹۵۶ء (۲) پشاور ریجن بذریعہ چھٹی نمبری B.C.T-۲۲۷-۲۴۸۱ مورخہ ۷ ستمبر ۱۹۵۶ء
محکمہ تعلیم ۳- کوئٹہ ریجن بذریعہ چھٹی نمبری ۲۹/۹/۲۰۷۶۷-۹ D.D. مورخہ ۲۴ اگست ۱۹۶۴ء (۴) راولپنڈی ریجن بذریعہ میمو نمبر G.O.M/۸۰-۱۵۴۱۰ مورخہ ۳۱ ۱۱ ۶۴ء



رجسٹرڈ ایل نمبر ۶۰۷۴	ہفت روزہ خدام الدین لاہور	ٹیلیفون نمبر